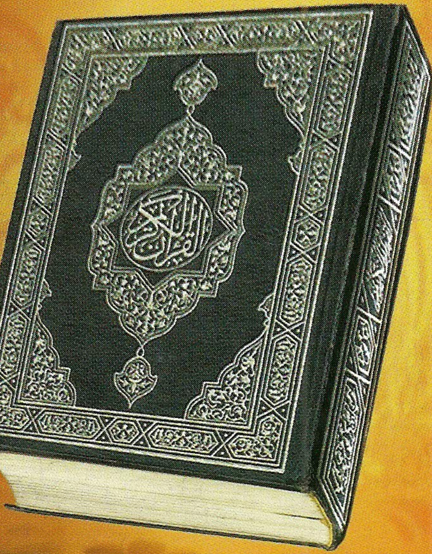
کتاب اللہ کے صحیح فیصلے



اکبر شاہ نجیب آبادی

کتاب اللہ کے صحیح فیصلے

اکبر شاہ نجیب آبادی

اریب پبلیکیشنز
1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

نام کتاب : کتاب اللہ کے صحیح فیصلے
تالیف : اکبر شاہ نجیب آبادی
ناشر : اریب پبلیکیشنز
صفحات : 138
سن اشاعت : 2012
قیمت :

KITABULLAH KE SAHEEH FAISLE
Akbar Shah Njajeebabadi

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲
فون: 23284740، 23282550، 43549461

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ☆ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا ☆ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذُوْا اللّٰہَ وَلَدًا☆ مَا لَهُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَائِهِمْ، کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ، اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا﴾. (الکهف ۱۔۵)

﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ، یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾. (الاحزاب ۵٦)

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَا نَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ". اَمَّابَعْدُ:

کئی سو سال سے روئے زمین کے بڑے بڑے فلاسفروں، حکیموں اور عالموں کے درمیان یہ مسئلہ زیرِ بحث چلا آ تا ہے، اور اِس پر یورپی مفکرین نے بہت سی کتابیں بھی لکھ ڈالی ہیں کہ نسلِ انسانی کو اِس ربعِ مسکون پر آباد رہنے کے لئے کونسا بہترین اسلوب اختیار کرنا چاہئے۔ معاشرت و اخلاق و تمدّن کے ایک بہترین قابل عمل اور ہمہ گیر نظام اور اُس کو زیرِ عمل لانے کی ضرورت تو سب کو بلا اختلاف تسلیم ہے۔ لیکن وہ نظام کہاں ہے؟ کونسا ہے؟ کس نے بنایا ہے؟ کس کو بنانا چاہئے؟ کس طرح بنانا چاہئے؟ بنایا جا سکتا ہے، یا نہیں؟ نہیں بنایا جا سکتا تو کیوں؟ بنایا جا سکتا ہے تو اب تک کیوں نہیں بنا؟ وغیرہ سوالات کے متعلق بحث و نظر اور غور و فکر کا سلسلہ برابر جاری ہے، اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ نسلِ انسانی جو بالطبع اور فطرتاً ایک قانون اور نظام سلطنت کے ماتحت امن و امان کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتی ہے اُس کے نظامِ سلطنت کا مسئلہ آج تک زیرِ بحث ہے اور یورپ کے دقیقہ سنج گرہ کشائی سے عاجز رہے ہیں۔

مقدمہ ابن خلدون

مفکّرین یورپ اِس مسئلہ کی طرف متوجہ ہو کر مُوشگافیاں دکھانے والوں میں متقدم نہیں

ہیں، اُن سے سینکڑوں سال پہلے امام المورخین ابن خلدون مغربی اِسی موضوع پر بہت کچھ آزادانہ لکھ گئے ہیں اور مقدمۂ ابن خلدون ہی نے یورپی مفکرین کو اس طرف متوجہ ہونے کا موقع بہم پہنچایا ہے۔ لیکن کیا یہ مسئلہ اتنی ہی تھوڑی اور محدود عمر رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں! جب سے اولادِ آدم دُنیا میں موجود ہے اُسی وقت سے یہ مسئلہ چھڑا ہوا ہے کہ نسلِ انسانی کے لئے قانون اور نظام کون بنائے؟ یہی بحث ہے جو متبعین انبیاء اور طاغوتیوں کے درمیان شروع سے چلی آئی ہے۔ متبعین انبیاء کہتے ہیں کہ جس نظام یا جس قانون کی نسلِ انسانی کو ضرورت ہے اُس کو وہی اقتدارِ اعلیٰ بنا سکتا، بناتا اور عطا فرماتا ہے جو انسانوں کا خالق و مالک اور علیم و حکیم ہے اور جس کو خُدائے واحدہٗ لاشریک کہتے ہیں اور اُسی کے عطا فرمودہ نظام کے ماتحت نسلِ انسانی کو اپنی تمام مطلوبہ سعادتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ طاغوتی اور شیطانی گروہ ہمیشہ اُس کے ماننے سے انکار اور نسلِ انسانی کو اپنے مَن گھڑت اور اذیّت رساں نظامات کے مَاتحت لانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ حق و باطل یا نُور و ظلمت کی اِس طویل معرکہ آرائی کی ایک مفصل روئداد میں اپنی کتاب موسومہ نظامِ سلطنت میں کئی سال ہوئے پیش کر چکا ہوں۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بحث آج کل جس منزل پر پہنچی ہوئی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ سَاری دُنیا جمہوریت و ملکیت اور سرمایہ و محنت کی معرکہ آرائی میں مصروف ہے، اور ہندوستانی اخبارات، ہندوستان کی سیاسی انجمنیں، ہندوستانی مفکرین، ہندوستانی مصنفین اور ہندوستانی لیڈر بھی اِس معرکہ آرائی میں کم و بیش حصہ لے رہے ہیں یا کم از کم اس کا تماشا بغور دیکھ رہے ہیں۔ مسلمان بھی جن کی اکثریت اپنے مذہب کی حقیقت سے ناآشنا ہے ہندوستان کی آبادی کا ایک حصہ ہیں اور غیر ممکن ہے کہ وہ کسی ایک یا دوسرے فریق کا کوئی اثر قبول نہ کریں۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ اِس نازک زمانے میں اُن کے قدم کو غلط راستے سے بچانے اور اُنہیں صراط مستقیم کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بتایا جائے کہ قرآن مجید اب سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے اس بحث کا کِس طرح مکمل فیصلہ کر چکا ہے؟ قرآن مجید کا فیصلہ کیا ہے؟ قرآن مجید کی روشنی میں مسلمان کِس آسانی سے حقیقت آشنا بن سکتے ہیں اور سیاسی پیچیدگیوں کے حل کر دینے کے لئے قرآن مجید سے کیسی عظیم الشان بصیرت حاصل کی جا سکتی ہے۔

وجہ تصنیف

اِس کتاب کے لکھنے کی ضرورت اِس لئے اور بھی زیادہ محسوس ہوئی کہ آج کل ہندوستان میں بعض ایسی غیر اِسلامی تحریکات نہایت چالاکی کے ساتھ خالص اسلامی تحریکات کے رنگ میں جاری کی گئی ہیں جن کو دیکھ کر بڑے بڑے سمجھ دار لوگ بھی فریب میں آسکتے ہیں۔ ان تحریکات کے چلانے والوں کی زندگی کا مذہبی پہلو سخت مشتبہ ومخدوش اور ان کی ریاکارانہ مسلم افگن کاروائیاں دین اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دینے پر آمادہ نظر آتی ہیں۔ اُنہوں نے نہایت چالاکی کے ساتھ زہر کی گولیوں پر شکر چڑھا کر اور مسلمانوں کی جہالت سے فائدہ اُٹھا کر دینِ اسلام ہی کو مِٹا ڈالنے کا سامان فراہم کرنا چاہا ہے''ینابیع الاسلام'' ''اثمار شیریں'' ''تاویل القرآن'' جیسی خطرناک اور پڑھے لکھے مسلمانوں کو گمراہ کر دینے والی کتابیں بھی جب بیکار ثابت ہوئیں اور اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکیں تو اب اسلام کی شہ رگ پر نشتر رکھنے کے لئے یہ عظیم الشان فریب کام میں لایا اور جاہل مسلمانوں کو مذہبی مسئلہ کی حیثیت سے بتایا جا رہا ہے کہ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمانوں کا امیر یا اولی الامر مطاعِ مُطلق اور مختارِ ناطق یا ڈکٹیٹر ہوتا ہے اور وہ ایک ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے، جو ارکانِ اسلام کا خود بھی پابند نہ ہو۔ اُس امیر یا اولی الامر کے ہر حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح نا قابل تنسیخ سمجھنا ضروری اور اُس کی اطاعت بلاقید وشرط فرض ہے۔ اس قسم کے شرکیہ و بدعیہ اعمال وعقائد سے اسلام کی بنیادوں کے متزلزل اور ہٹلر و مسولینی کے لئے مسلمانوں میں راستہ صاف ہونے کا قوی احتمال ہے۔ اور دنیا میں حق کے پامال اور اپنی مطلق العنانی کی حفاظت کرنے اور ہر زیادتی و ناراستی کو حق بجانب دکھانے کے لئے یہی اصول موضوعہ ہر ایک باطل پرست کا ہمیشہ سے طغرائے امتیاز رہا ہے اور اسلام اِسی انسانیت سوز تعلیم کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔ اِس کو اِسلام کے سَر تھوپنا اور مسلمانوں کو اس کا عامل بنانے کی کوشش کرنا کس قدر عجیب اور کس قدر حیرت انگیز ہے۔

اِس کتاب کے پُرغور مطالعہ سے نہ صرف یہ کہ مذکورہ فریب ہی پاش پاش ہو جائے گا بلکہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی روشنی آجائے گی جس میں وہ روحِ اسلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں گے۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ اب تمام زندہ دل مسلمانوں کا کام

یہ ہے کہ وہ اس کتاب کو ہر مسلمان کے ہاتھوں تک پہنچانے اور اِس کی اشاعت کے حلقہ کو وسیع کرنے کی کوشش کریں۔

میں نے یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے لکھی ہے جو قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور کامل و مکمل ہدایت نامہ یقین کرتے ہیں جو شخص اِسلام کے اُصولی عقائد ہی کا قائل نہ ہو اُس کو پہلے **"حجۃ الاسلام"** اور **"نظامِ سلطنت"** نام کی میری دونوں کتابیں بغور مطالعہ کرنی چاہئیں۔

وَآخِرِ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اکبر شاہ خان

۱۷ مئی ۱۹۲۷ نجیب آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تمہید

انسان اگر اس خاکدان میں چوپایوں، پرندوں، کیڑے مکوڑوں اور درندوں کی طرح محض دنیوی زندگی بسر کرنے کیلئے پیدا کیا گیا ہوتا تو اُس کو بھی حواسِ ظاہری وقوائے جسمانی کیساتھ دوسرے حیوانات کی طرح ایک غیر متغیر وغیر مترقی عقلِ حیوانی کافی تھی جس سے اس کی دنیوی زندگی کی تمام ضروریات پوری ہوسکتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اس دنیوی زندگی کے بعد ایک اُخروی دائمی زندگی تجویز فرما کر اس دنیوی محدود زندگی کو مُہلتِ عمل اور اس دنیا کو دارالعمل ٹھہرا کر اس دنیا میں اُس کی غایت وغرض عبادت وفرمانبرداری قرار دی اور دوسری اُخروی زندگی اور اس دوسرے جہانِ آخرت کو جزا و سزا کا مقام بنا کر انسان کی منزلِ مقصود اس جہانِ آب و گِل سے بہت دُور آگے مقرر فرمائی اور دُنیا میں اُس کو باقی دنیوی مخلوق کا مخدوم اور سب سے زیادہ شریف و معزز قرار دیا۔

اس کے علم کو وسیع اور عقل کو مآل اندیش وترقی یاب بنانے کے لئے حواس کے علاوہ دوسرے ذرائع معرفت یعنی وحی والہام۔ ہدایت نامہ جاتِ الٰہیہ اور ہادیانِ حق بھیج کر بھی اُسے نوازا اور اِن اعلیٰ ترین سامانوں کی بخشش کے ساتھ ہی گمراہ کُن جذبات اور سیدھے راستے سے جُدا کردینے والی طاقتیں بھی اُس کے پیچھے لپٹا دیں تاکہ نفس و شیطان کے تقاضوں کو شکست دے کر اور اس امتحان میں کامیاب ہوکر بادشاہِ حقیقی کے حضور عالی مرتبہ و انعام یافتہ بن سکے اور رضائے الٰہی کے بُلند و برتر مقام کا وارث ہوسکے اگر امتحان میں ناکامیاب اور نفس شیطان کا مغلوب ہوجائے تو اِس غلط کاری وگمراہی کے نتیجہ میں اُس پست و ذلیل و اذیت رساں مقام میں پہنچ کر سزایاب ہو۔ جس کا نام جہنم ہے۔ اس اجمال کی تفصیل حجۃ الاسلام اور نظامِ سلطنت کے ثلث اوّل میں موجود ہے اس جگہ نہ تفصیل کا موقع ہے نہ دلائل بیان کرنے کی گنجائش۔

اتباعِ ہدایت

نسلِ انسانی جب اِس دُنیا میں موجود ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اِس کو واقف آگاہ بنایا کہ :-

﴿فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرہ۔ رکوع٤)

''پس یاد رکھو جب میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے تو جو کوئی پیروی کرے گا تو ایسے لوگوں کے لئے کسی قسم کا خوف اور غمگینی نہیں ہوگی''۔

اِس آیت سے پہلے یہ بتا دیا تھا کہ انسان اپنی فطری حالت اور طبعی استعدادوں کے اعتبار سے اگرچہ پاک اور جنت نشینی کے قابل ہے۔لیکن اُس کو گمراہ کرنے والی طاقتیں گمراہ بھی کرسکتی ہیں اور وہ معرضِ خطرہ میں ہے۔ اِس آیت میں بتایا کہ وہ اگر ہدایت الٰہیہ یعنی انبیاء علیہم السّلام کے ذریعہ آئی ہوئی ہدایت کی اتباع و پیروی کرے تو گمراہ کُن ہستیوں کے خطرہ سے محفوظ و مامون ہوسکتا ہے، اور آگے فرمایا کہ جس نے ہدایتِ الٰہیہ کو قبول نہ کیا اور اُس کی تعمیل کو ضروری نہ سمجھا وہ جہنمی ہوگا۔ یہ بھی بتا دیا کہ یہ ہدایت الٰہیہ جس کی پیروی کرنے سے انسان لا خوف ،ولا یحزن ہوسکتا ہے، ہر شخص کو نہیں ملے گی بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں یعنی رسولوں کے ذریعہ بھیجے گا۔ دوسری جگہ مذکورہ آیت کے مفہوم کو ان الفاظ میں فرمایا کہ :-

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (الاعراف۔ ٣٥)

''اے بنی آدم جب کبھی ایسا ہو کہ میرے پیغمبر تم میں پیدا ہوں اور میری آیتیں تم کو پڑھ کر سُنائیں تو جو کوئی متنبہ ہو کر برائیوں سے پرہیز کرے گا اور اپنے آپ کو سنوار لے گا اس کے لئے کوئی اندیشہ و غم نہ ہوگا۔''

اوپر کی سُورۃ بقرہ والی آیت میں هُدًی کا لفظ آیا تھا اور اُس سے اگلی ہی آیت میں ﴿وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ﴾ کہہ کر بتا دیا تھا کہ ہدایت سے مُراد آیات الٰہیہ ہیں۔سورہ

اعراف کی اِس آیت میں بھی آیات کا لفظ استعمال فرما کر صاف طور پر بتا دیا کہ اُس ہدایت سے مُراد وہ آیات الٰہیہ ہیں جو انسانوں کو پیغمبروں کے ذریعہ ملیں گی۔

اتباعِ ہدایت کا معنی

لغتِ عرب میں ہدایت کے معنی ہیں۔ "مہربانی کے ساتھ ایسی رہنمائی کرنا جو اصل مطلوب یعنی منزل مقصود تک پہنچادے اور کامیاب و فائز المرام بنا دے"۔ ہدایت کے کئی درجے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں جہاں کلامِ الٰہی اور انبیاء کے ذریعہ نازل ہونیوالی ہدایت کا ذکر ہے، اُس سے مُراد پیغمبروں کی وحی ہے اور اُسی کامل ہدایت کا اِس جگہ ذکر آیا ہے۔

تبع کے معنی ہیں نقشِ قدم پر چلنا اور حکم پر عمل کرنا۔ پس معلوم ہوا کہ انسان اسی طرح اپنی سعادت اور فوز وفلاح کو پا سکتا اور مقصد یاب و کامران ہوسکتا ہے کہ وہ آیاتِ الٰہیہ یعنی کتاب اللہ کے احکام کی تعمیل کرے۔

﴿سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی﴾ (طه ـ ٤٧)

"اور اُس پر سلامتی ہے جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے"

ایک دوسری جگہ فرمایا۔

﴿فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَعْمٰی﴾ (سورہ طه۔ ١٢٣ ـ ١٢٤)

"پھر یاد رکھو کہ جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ مبتلائے اذیت ہوگا اور جو کوئی میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور قیامت کے دن اُسے اندھا اٹھائیں گے۔"

قرآن ہی ہدایت اور قابل اتباع کتاب ہے

یہاں اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنی ہدایت کو ذکر فرما کر بتادیا کہ ہر شخص قیامت تک قرآن مجید ہی کی اتباع کا مکلف ہے۔

﴿وَاِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (سورہ الحجر۔۹)

قرآن مجید کی نسبت فرمایا کہ :-

﴿وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (النمل ۔ ۷۷)

"اور وہ (قرآن مجید) یقیناً مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

دوسری جگہ فرمایا :-

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾ (البقرہ۔۱۸۵)

"قرآن جو انسان کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں رکھتا ہے اور حق و باطل کو الگ الگ کر دینے والا ہے۔"

پس معلوم ہوا کہ اب نسلِ انسانی کے لئے قابل اتباع چیز اور ایسی ہدایت جس کی پیروی کی جائے اور جو محفوظ و موجود ہے۔ قرآن مجید ہی ہے اور ہر انسان دعوتِ قرآنی کا مخاطب اور اُس کی پیروی کا مکلف ہے۔

پھر ایک جگہ قرآن مجید ہی کی نسبت فرمایا :-

﴿وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الانعام ۔۱۵۵)

"یہ کتاب جسے ہم نے اُتارا ہے برکت والی ہے۔ تم کو چاہئے اُس کی پیروی کرو اور احتیاط سے کام لو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

پھر فرمایا :-

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف ۲۰۳)

"یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے روشن دلائل اور یقین رکھنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔"

پھر فرمایا :-

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (الزمر-۱۷-۱۸)

"اے رسول ﷺ ہمارے اُن بندوں کو خوشخبری سُنا دو جو ہمارے کلام کو کان لگا کر سنتے اور اُس کی ہدایت کی جو بہترین ہدایت ہے پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی عقل سلیم رکھنے والے ہیں۔"

میں نے صرف اِس بات کے ثبوت میں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہدایت کی پیروی کا حکم ملا ہے، اور اُسی کی نازل فرمودہ ہدایت انسان کو فوز وفلاح سے ہمکنار اور کامیاب بنا سکتی ہے، اوپر قرآن مجید کی چند آیتیں مع ترجمہ درج کر دی ہیں اور خود اپنی طرف سے کسی دانش فروشی اور حاشیہ آرائی کی مطلق ضرورت محسوس نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ ہر ایک وہ شخص جو قرآن مجید کو کتاب الٰہی یقین کرتا ہے مذکورہ حقیقت کے متعلق کسی شک وشبہ میں مبتلا نہیں رہ سکتا۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیات نہایت واضح، روشن اور براہین ہیں قاطعہ ہیں۔ اور اِسی قسم کی سینکڑوں آیات قرآن مجید میں اور بھی ہیں۔ لیکن مذکورہ حقیقت کے خلاف ہرگز ہرگز کوئی آیت قرآن مجید میں موجود نہیں اور کیسے ہوسکتی تھی جب کہ قرآن مجید کا پکارے گلے اعلان ہے کہ:

﴿اَوَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (النساء ۸۲)

"اگر یہ (قرآن) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اِس میں بہت کچھ اختلاف پاتے"۔

ہدایت کے اِتباع وَ اِنکار کی تفصیل

نسلِ انسانی جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلا حکم اتباع ہدایت کا ملا تھا اغوائے شیطانی سے متاثر ہو ہو کر بار بار ہدایت الٰہیہ کی طرف سے اعراض کرتی اور اپنی گری ہوئی ذلیل خواہشوں اور غیر اللہ ہستیوں کے اشاروں پر چلنے کے لئے آمادہ ہوتی اور اغوائے شیطانی کا شکار بنتی رہی۔

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ، اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ (البقرہ۔۲۰۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پورے طور پر یعنی اعتقاد و عمل کی ساری باتوں میں مُسلم ہو جاؤ اور شیطانی وسوسوں کی پیروی نہ کرو شیطان تو یقیناً تمہارا کھلا ہوا دُشمن ہے۔"

پھر یہودیوں کی نسبت فرمایا :-

﴿وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ﴾ (البقرہ۔ ۱۰۱۔۱۰۲)

" اور جب اللہ کی طرف سے ایک رسول ﷺ آیا جو اُس ہدایت الٰہیہ کی تصدیق کرنے والا تھا جو اُن کے پاس موجود تھی (یعنی توریت) تو اُن اہلِ کتاب کے ایک گروہ نے کتاب الٰہی کو اس طرح پس پشت پھینک دیا کہ گویا وہ اُسے جانتے ہی نہیں اور ان باتوں کی پیروی کی جو شیطان سُلیمان علیہ السّلام کی نبوت و سلطنت سے منسوب کر کے افتراء کے طور پر پڑھایا کرتے تھے۔"

پھر ایک جگہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق احکام بتا کر فرمایا۔"

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام۔ ۱۵۳)

"اور یہ ہی میرا سیدھا راستہ ہے اِسی کی پیروی کرو اور دوسرے راستوں پر نہ

چلو کہ وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے الگ کر دیں گے یہ وہ بات ہے جس کا اللہ تعالیٰ تم کو بتا کر حکم دیتا ہے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ!''

پھر فرمایا :-

﴿قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ط اَفَمَنْ يَّهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْ اِلَّا اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ط اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ﴾ (یونس۔۳۵۔۳۶)

''اے رسول ﷺ کہہ دو کہ اللہ ہی حق کی طرف ہدایت کرتا ہے پھر وہ جو راہِ حق دکھائے اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ جو خود ہی راہ نہیں پاتا جب تک اُسے راہ نہ دکھائی جائے تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کر رہے ہو۔ ان لوگوں میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں جو صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں حالاں کہ حق کے مقابلے ظن کچھ بھی کام نہیں دے سکتا یقیناً یہ جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کو جانتا ہے۔''

یہاں نہایت صاف طور پر اِس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ جو خود محتاجِ ہدایت ہو وہ اپنی باتیں مبرّا عن الخطا قرار دے کر دوسروں سے نہیں منوا سکتا اور ہدایت الٰہیہ کے مقابلے میں انسانی تجاویز سراسر، ہیچ و پُوچ و ناکارہ ہیں لیکن دُنیا میں اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جو انسانوں کی تجویز کی ہوئی، ظنّی باتوں کی پیروی پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے حق یعنی کتاب اللہ کی پرواہ نہیں کرتے۔

آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا :-

﴿قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا اُشْرِكَ بِهٖ ط اِلَيْهِ اَدْعُوْ وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝﴾ (الرعد۔۳۶۔۳۷)

''اے رسول ﷺ کہہ دو کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی بندگی

کروں اور کسی ہستی کو اُس کا شریک نہ بناؤں میں اس اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہیں بُلاتا ہوں اور اُسی کی طرف میرا رُخ ہے اور اسی طرح ہم نے اس کو یعنی قرآن مجید کو ایک کھلے فیصلے کی شکل میں اُتارا ہے اگر تو نے اس حصولِ علم کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کی تو پھر اللہ کے مقابلے میں نہ کوئی تیرا کارساز ہوگا نہ بچانے والا۔''

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی لائی ہوئی ہدایت کے مقابلے میں کسی دُوسرے شخص کی خواہشات کو مقدم کرنا کس قدر خسران وزیان کا موجب ہوسکتا ہے جب کہ خود مہبطِ وحی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بھی مذکورہ الفاظ میں متنبہ کیا گیا ہے۔ لیکن انسان جس کے پیچھے ترغیباتِ شیطانی اور خواہشاتِ نفسانی لپٹی ہوئی ہیں۔ حق و ہدایت کی طرف سے بار بار مُنہ پھیرتا اور گمراہی کے گڑھوں میں گرتا رہا ہے، چنانچہ فرمایا۔

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ٥﴾ (مریم۔ ٥٩)

''پھر ان نیک اعمال لوگوں کے بعد اُن کے نا خلف جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی پس اُن کی سرکشی اُن کے آگے آئے گی۔''

جب کُفار نے صداقتِ قرآن کے اُن دلائل سے عاجز ہو کر جو توریت سے مستنبط تھے توریت و قرآن دونوں سے سِحْرَانِ تَظَاهَرَا (یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں) کہہ کر انکار کر دیا، تو حکم ہوا کہ:

﴿قُلْ فَأْتُوْا بِكِتَابٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَا اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَاءَهُمْ ط وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (القصص۔ ٤٩۔٥٠)

''اے رسول ﷺ تم ان لوگوں سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کتاب لاؤ جو اِن دونوں (توریت و قرآن) سے زیادہ ہدایت والی

ہوتا کہ میں اُس کی پیروی کروں پس (اس مطالبہ کا) اگر وہ تجھے جواب نہ دیں
تو سمجھ لو کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اُس سے بڑھ کر گمراہ کون
ہو سکتا ہے، جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی
کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ نسلِ انسانی کے لئے ہمیشہ سے ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی رہی ہے اور ہدایتِ الٰہیہ کے خلاف کوئی چیز انسانی کامرانی کے لئے قابلِ اتباع ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور ہدایتِ الٰہیہ کی طرف سے اعراض کرنے والے اپنی خواہشات ہی کے غلام ہوتے ہیں۔ سورۂ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ
اٰبَاءَنَا ط اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ وَمَنْ
يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ ا
لْوُثْقٰى ط وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ (لقمان۔۲۱۔۲۲)

"اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اُتاری ہوئی ہدایت کی
پیروی کرو تو اغوائے شیطانی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ہم تو اُس کی پیروی کرتے
ہیں جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو پایا ہے۔ چاہے شیطان ان کو دہکتی ہوئی
آگ کے عذاب کی طرف ہی کیوں نہ بلا رہا ہو۔ اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ
ہی کی فرمانبرداری میں لگا دیتا ہے اور وہ نیک اعمال بھی کرتا ہے تو اُس نے تو
ایک مضبوط جائے گرفت کو پکڑ لیا ہے اور سارے کاموں کا انجام تو اللہ تعالیٰ ہی
کے اختیار میں ہے۔"

پس ثابت ہوا کہ ہدایتِ الٰہیہ یعنی قرآن مجید کو چھوڑ کر انسانوں کی مجوزہ تدابیر و اعمال کی پیروی کرنا ہلاکت و عذابِ سعیر کی طرف قدم اُٹھانا ہے۔ پھر فرمایا کہ :-

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ
فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ

الْحَقِّ ط لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ﴾ (المائدہ ٤٧-٤٨)

''اور جو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ہدایت کے موافق فیصلہ نہ کریں۔ تو وہ فاسق لوگ ہیں اور ہم نے اے رسول ﷺ تیری طرف وہ کتاب اُتاری ہے جو برحق ہے اور پہلی کتابوں کی مصدق اور محافظ ہے پس تو اُن کے درمیان اُسی کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور تیرے پاس جو حق آ چکا ہے اس کو چھوڑ کر ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کر۔ اے نسلِ انسانی! ہم نے تم میں سے ہر ایک جماعت کے لئے ایک شریعت اور مسلک مقرر کیا تھا۔''

نہج اور شرع دونوں کے معنی کُھلے راستے کے ہیں۔ جو راستہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بتایا ہے۔ اُس کو شریعت اور منہاج کہا جاتا ہے۔ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو فہمِ قرآن میں مسلم طور پر فضیلت رکھتے ہیں اور جن کے فہمِ قرآنی پر رسول اللہ ﷺ نے مُہر تصدیق ثبت فرمائی ہے، فرماتے ہیں کہ جو قرآن شریف تعلیم فرماتا ہے وہ شریعت ہے۔ اور جو سُنّت بتاتی ہے وہ منہاج ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ جو کتاب لائے وہ شریعت ہے اور جو آپ نے نمونہ عمل پیش کیا وہ منہاج ہے اور یہ دونوں کُھلے ہوئے اور واضح طریق ہیں اور دونوں پر عمل ضروری ہے، قرآن مجید کو مُهَيْمِن فرما کر یہ بھی بتا دیا کہ یہ اپنے آپ سے پہلے کی نازل شدہ صداقتوں اور ہدایتوں کا جامع اور امین اور محافظ بھی ہے، اور ان کا ناسخ بھی ہے اِس لئے اب قرآن مجید ہی حَکَم ہے اور اُسی کا فیصلہ قابل عمل ہو گا۔ اور پہلے ہدایت ناموں اور ہادیوں کے شرع و منہاج کا ذکر کر کے یہ بھی بتا دیا کہ اب صرف وہی شریعت و منہاج قابل عمل ہو گی جو قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کے ذریعہ قائم ہوئی ہے۔ اسی مضمون کو مفصل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ:-

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ط وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المائدہ - ٥٠)

''کیا یہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور یقین لانے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔''

محسنِ حقیقی

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت اور اپنے احکام کی کامل فرمانبرداری کا حکم انسان کو دیا ہے، وہاں اپنی خالقیت اور اپنے محسنِ حقیقی ہونے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے جیسے مثلاً سورۂ بقرہ کے تیسرے رکوع میں فرمایا:

﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ...... تَا...... اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور اُن کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا تاکہ تم متقی بنو وہ رب کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے قرار گاہ اور آسمان کو اونچی چھت بنایا اور اوپر سے پانی برسایا پھر تمہارے لئے اُس پانی کے ذریعہ پھلوں سے رزق اُگایا۔ پس تم کو چاہئے کہ اللہ کے لئے ہمسر نہ ٹھہراؤ اور یہ بات تم جانتے ہو"۔

زندگی گزارنے کا دستور العمل

پس کیسے ہو سکتا تھا کہ جس خدا نے انسان کو زندگی اور زندگی کی تمام ضروریات عطا فرمائیں وہ انسان کو اُس کے اعمال کے لئے کوئی دستور العمل اور کوئی ہدایت نامہ عطا نہ فرماتا! اور انسان کو اُس کی ناقص اور محدود عقل اور بے لگام جذبات کے سُپرد کر کے چھوڑ دیتا کہ خود اپنی نجات و کامیابی کے لئے ٹاپک ٹوئیے مارتا پھرے۔ قرآن مجید اس مضمون کی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ نسلِ انسانی کے لئے صحیح رہبری تعلیمات و ہدایت الٰہی کے سوا اور کسی طرح ممکن نہیں اور انسان اپنی سعادت و نجات اور حقیقی کامیابی کو پا ہی نہیں سکتا جب تک کہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنا دستور العمل زندگی نہ بنائے۔ لیکن مندرجہ بالا تمام آیات سے ثابت ہے کہ دُنیا میں ہدایتِ الٰہی سے انکار کرنے والے بھی ضرور موجود ہوتے رہے اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی قرآن مجید کی ہدایتِ کامل سے مُنہ پھیرنے اور اپنی خواہشات اور ظنی باتوں کی پیروی کرنے والے موجود تھے۔

ہدایت سے اعراض کے محرکات

انسان ہدایت الٰہیہ کی طرف سے کیوں اعتراض کرتا اور اپنے مقصدِ حیات کو خود کیوں برباد کر دیتا ہے میرے نزدیک اس کا جواب آدم و شیطان کے اُس واقعہ میں موجود ہے جس کا ذکر البقرہ، الاعراف، الحجر، بنی اسرائیل اور دوسری سُورتوں میں ہے۔ اس واقعہ میں فطرتِ انسانی۔ محرکِ گناہ۔ اور ارتکابِ گُناہ کی طرف صاف اور مکمل اشارہ موجود ہے آدم و حوا کا جنّتی اور پُرسکون و بافراغت زندگی بسر کرنا انسان کی اُس فطری حالت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ ابھی ہدایت الٰہیہ اور کلام الٰہی کا مخاطب نہیں ہوا۔ اور اوامر و نواہی کا مکلّف نہیں بنایا گیا۔ لیکن اُس کے اندر فطری طور پر اس قدر طاقت نہ تھی کہ وہ ترغیباتِ شیطانیہ کے مقابلے میں قائم رہ سکے، چنانچہ اُس نے ترغیب شیطانی کو قبول کر کے اپنے راحت و آرام کے مقام کو کھو دیا۔ شیطان نے تکبر کیا۔ انجام کی طرف سے غافل ہو کر حکم الٰہی کی تعمیل سے انکار کیا۔ وسوسہ اندازی کرنے۔ دھوکا دینے۔ بہکانے۔ جھوٹی توقعات دلانے اور محسن حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدگمان بنانے میں مصروف ہوا۔

﴿وَ قَالَ مَا نَهَا كُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ﴾ (الاعراف۔ ۲۰)

”اور اُس نے (شیطان نے) کہا تمہارے رب نے تم کو اس درخت سے نہیں روکا۔ مگر صرف اس لئے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ“

آدم کا جذبہ حرص و ہوا مشتعل ہوا اور وہ لالچ میں آ کر ارتکابِ معصیت پر آمادہ ہو گیا شیطان نے قسمیں کھا کھا کر اور انجام کی خوبی کا ازراہِ فریب یقین دلا کر اور اپنے آپ کو خیرخواہ جتا کر آدم سے حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرائی۔ چنانچہ آدم سے لباسِ تقوی جُدا ہو گیا اور اُس کے بہیمی جذبات نمایاں ہو گئے اور وہ اپنے عیوب کو چُھپانے کی ناکام کوشش میں مبتلا ہوا۔

وَ قَاسَمَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (سورۃ الاعراف۔ ۲۱۔۲۲)

اعراض کرنے والوں کی اقسام

نسلِ انسانی میں آج تک ہدایت نامہ جاتِ الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے والے دو ہی قسموں کے لوگ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو شیطان کے مظہر اور خود گمراہ ہو کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ہدایت نامہ الٰہیہ کو پسِ پشت ڈال کر اوّل الذکر شیاطین الانس کے فریب میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں قسم کے گمراہوں میں سے ایک کو عامل اور دوسرے کو معمول یا ایک کو نمبردار اور دوسرے کو عوام بھی کہا جا سکتا ہے۔ ان دونوں قسم کے مجرموں کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔

﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا﴾

(الاحزاب۔٦٦۔٦٧)

"جس دن ان کے منہ آگ میں اُلٹائے جائیں گے کہیں گے اے کاش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کی اطاعت کی سو انھوں نے ہمیں رستہ سے گمراہ کر دیا۔"

دنیا میں جس قدر نافرمانی الٰہی ہو رہی ہے اُس کی حقیقت آدم و شیطان والے واقعہ میں اصولی طور پر نظر آ سکتی ہے اس جگہ زیادہ تفصیل کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نیکی اور گناہ کی تعریف ان جامع و مانع الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ نیکی وہ عمل ہے جس کو انسان ہمہ تن حکم الٰہی اور منشائے الٰہی کی تعمیل میں محو ہو کر کرتا ہے اور گناہ وہ عمل ہے جو شیطانی تحریک اور شیطانی اطاعت سے کیا جاتا ہے۔

﴿رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ﴾ (المؤمنون۔٩٧۔٩٨)

"اے میرے پروردگار میں تیری جناب میں شیاطین کی وسوسہ اندازی سے پناہ چاہتا ہوں اور اے میرے رب اس سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔"

مذہب

مذہب وہ تمیز یا امتیاز ہے جس کے ذریعہ افعالِ انسانی کو اچھا یا برا کہا جاتا ہے۔ یعنی مذہب بُرائی اور بھلائی کے اُس معیار کا نام ہے جو مدوّن و معیّن ضابطہ یا قانون کی حیثیت رکھتا ہو۔ سچا اور صحیح مذہب وہ ہوتا ہے جس کی بنیاد حقیقی سچائی پر ہو اور جس کے ذریعہ دل کے فعل یعنی عقیدہ اور افعال جوارح یعنی اعمالِ انسانی کی اصلاح ہو کر غلطی سے بچا جا سکے۔ فطرت چونکہ حقیقی سچائی ہے۔ لہٰذا مذہب اسلام کی بُنیاد اللہ تعالیٰ نے فطرت پر رکھی ہے۔

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَاتَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۚ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ (الروم۔ رکوع ۴)

”تو صرف دین خالص ہی پر قائم رہ جو صرف اللہ ہی کی فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے یہ اللہ کا وہ قانون فطرت ہے جس پر اُس نے انسان کو پیدا کیا یعنی انسانی فطرت اسی دین کے موافق ہے اور اس قانون میں تبدیلی ممکن نہیں یہ مذہب صحیح اور سیدھا ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے، دیکھو اللہ ہی کی طرف متوجہ رہو۔ اُس کی نافرمانی سے بچو۔ نماز کی پابندی کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ جنہوں نے مذہب میں پھوٹ ڈال دی اور گروہ گروہ ہو گئے۔ اب ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اُسی پر اترا رہا ہے۔“

غلط اور نادُرست مذہب کی شناخت یہ ہے کہ اُس کی بنیاد اُن خیالات پر ہو جو انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں مُدعا یہ کہ سچے مذہب میں دل کا فعل یعنی عقیدہ مذہب سے پیدا ہوتا ہے اور غلط مذہب خود دل کے فعل یعنی عقیدہ سے پیدا کیا جاتا ہے۔ سچا مذہب وہ ہے جو ایجاد نہیں کیا جاتا۔ بلکہ منکشف ہوتا ہے اور انسان اسے تسلیم کر لیتے ہیں اور وہ دستیاب ہو جاتا ہے۔ بنایا نہیں جاتا۔

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (الجاثیہ۔ ۱۸)

''پھر ہم نے تجھے اپنے حکم سے ایک خاص طریقہ پر رکھا۔تو اُسی پر چل اور جاہلوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔''

اور فرمایا:-

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ﴾ (القصص۔ ۵۰)

''اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اپنی نفسانی خواہش کا تابع ہو اور اللہ کے احکام پر نہ چلے۔''

﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ (النجم۔۲۸)

''ظن و قیاس دریافت حقیقت کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتے۔''

استحقاق تقنین

شمالی ہند کا رہنے والا ایک دیہاتی جب بار بار دیکھتا ہے کہ جولائی اور اگست کے مہینوں میں بارشیں زیادہ ہوتی ہیں تو وہ جون کے مہینے میں اپنے گھر کی کچی چھتوں کو درست کر لیتا اور بوسیدہ چھپروں کی جگہ نئے چھپر بندھوا لیتا ہے کیونکہ تجربہ کی بنا پر اُس کو مستقبل قریب میں بارش سے واسطہ پڑنے کا علم ہے، ایک باپ اپنے بیٹے کو مدرسہ میں داخل کر کے تعلیم دلانا ضروری سمجھتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جاہل اور بے پڑھے لکھے آدمی کو نہ عزت حاصل ہوتی ہے اور نہ معقول روزگار میسر ہوسکتا ہے ایک سپہ سالار جب اپنی فوج کو میدان جنگ میں دشمن کے مقابلے کے لئے لے جاتا ہے تو پہلے اُن کو کارتوس تقسیم کر دیتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اگر سپاہیوں کے پاس سامان حرب نہ ہوا تو دشمن کو زیر نہیں کیا جا سکے گا۔

شمالی ہند کے دیہات میں جون کے مہینے میں چھپروں اور چھتوں کا درست کرنا۔ باپ کا اپنے بچوں کو تعلیم دلانا اور سپہ سالار کا لڑائی سے پہلے سپاہیوں کو کارتوس تقسیم کر دینا حفاظت اور حصول مقصد کے لئے ایک ضابطہ اور قانون کہا جا سکتا ہے اور یہ ضابطہ محض اس لئے بن سکا کہ پیش آنیوالی ضرورت اور اس کے رفع کرنے کی تدبیر کا پہلے سے علم حاصل ہو چکا تھا۔ تعزیرات

ہند کے مصنفین کو اگر ہندوستان کے باشندوں کے متعلق پیش آنے والی ضرورتوں کا کوئی اندازہ و علم نہ ہوتا تو وہ ہرگز یہ قانون نہ بنا سکتے اور چونکہ آئندہ کے متعلق اُنکا علم کامل نہ تھا اس لئے جن لوگوں کو بعد میں علم حاصل ہوتا گیا وہ اِس قانون میں ترمیم کرتے گئے اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے اور رہے گا۔ پس معلوم ہوا کہ جس قدر مستقبل کے متعلق کسی کو زیادہ علم حاصل ہوگا اُسی قدر وہ زیادہ صحیح قانون بنا سکے گا۔ انسان کے پاس مستقبل کے متعلق ناقص و ناتمام علم حاصل کرنے کے ذرائع تجربہ۔ قیاس، حواس وغیرہ سب کے سب ہی محدود و ناقص ہیں لہٰذا اُس کے مجوزہ قوانین کبھی ناقابل ترمیم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اِس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

قانون بنانے کے اصول

ہر قانون اور ہر آئین کے بنانے کا ایک مُدعا اور مقصد ہوتا ہے۔ قانون ساز کو اگر قانون پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ہمدردی ہے اور وہ اُن کا خیر خواہ ہے تو ایسا قانون بنائے گا جس سے قانون پر چلنے والوں کو فائدہ پہنچے اور اگر وہ اُنکا دُشمن ہے تو ایسا قانون بھی بنا سکتا ہے جو مضرت رساں ہو مثلاً برہمنوں کے بنائے ہوئے وہ آئین جو شودروں کے لئے ہیں بے حد اذیت رساں ثابت ہوئے۔ قانون اور آئین جو تمدنی ضرورتوں کے لئے بنائے جائیں اُن کا بنانے والا خود نتائج قانون سے بالاتر اور بے نیاز ہو ورنہ قانون ساز از راہِ خودغرضی اپنے بنائے ہوئے قانون کے ذریعے اپنے لئے بہت سے فوائد فراہم اور دوسروں کے حقوق کو غصب کر سکتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں برہموں نے کیا۔ اور غیر ملکی قانون ساز اب بھی کرنا چاہتے ہیں اور تمام شخصی سلطنتوں میں بادشاہوں سے ظہور میں آتا رہا ہے اور انسانی تنظیمات نے ہمیشہ حرص و ہوا کو ترقی دے کر قانون عامہ کے تصور کو تباہ و برباد کیا ہے اور نسل انسانی ہمیشہ ان انسانی قوانین سے نالاں اور غیر مطمئن رہی ہے۔

اب اِس بات کے تسلیم اور یقین کر لینے میں کیا تامل ہو سکتا ہے کہ مفید و ناقابل تنسیخ قانون وہی بنا سکتا ہے جو کامل علم رکھتا ہو۔ حقیقی ہمدرد و مہربان ہو۔ اور بے احتیاج ہو۔ ظاہر ہے کہ مخلوق کے متعلق علم تام خالق کے سوا دوسرے کو نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ الرحمٰن سے زیادہ مہربان دوسرا نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ الصمد سے بڑھ کر بے احتیاج دوسرا نہیں ہو سکتا

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسری ہستی ایسی نہیں ہو سکتی جو انسان کے لئے کامل و مکمل اور ناقابل ترمیم قانون بنا سکے۔

قانونِ الٰہی

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس قادر و مقدور اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون موجوداتِ عالم میں جاری و ساری ہے۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات سب اُس کے قانون میں جس کو سنت اللہ، یا قانونِ قدرت کہا جاتا ہے۔ جکڑے ہوئے ہیں اور کسی کو اُس کی خلاف ورزی کا موقع حاصل نہیں۔

﴿وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ (الاحزاب۔ ۲۳)

''اور تم اللہ تعالیٰ کے دستور میں ہرگز ردو بدل نہ پاؤ گے''۔

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے اِس قانون میں جس کو لاء آف نیچر کہتے ہیں ترمیم و تنسیخ کا اختیار رکھتے تو سرو کے درخت میں لیچیاں پیدا کرتے۔ بیروں میں گٹھلیاں پیدا نہ ہونے دیتے اور گدھے کے سر کی طرح گائے بیل کے سر سے سینگ جدا کر دیتے اور اپنی اس حماقت و جہالت کو عقل و دانائی قرار دے کر اُس مصلحت اندیش حقیقی کے قانون میں اصلاح و ترمیم کرنے والے بنجاتے۔ لیکن اُس کا قانون ہماری دسترس سے باہر عیب و سقم سے پاک، ناقابلِ ترمیم اور موجوداتِ عالم میں پوری طاقت و شوکت کیساتھ جاری و ساری ہے، اور تمام مخلوقات عالم ایک ذرہ بے مقدار سلیے کر آفتاب عالمتاب تک اُس کی تعمیل و فرمانبرداری میں ہمہ تن مصروف اور بے اختیار ہے۔

مخلوقات عالم میں صرف انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک محدود دائرہ میں آزاد ارادہ و اختیار دے دیا ہے اور اس آزاد ارادہ و اختیار کے لئے اس کو ایک قانون دے کر اُس کی تعمیل

چاہی ہے، اِس قانون کا نام دین و مذہب ہے اور اسی کی تعلیم و یاددہانی کے لئے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے ہیں اور اِسی سلسلۂ تعلیم کو آنحضرت ﷺ نے مبعوث ہو کر تکمیل تک

پہنچایا۔

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ ۳)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کر لیا''۔

بعض چالاک اشخاص نے مُسلمانوں کے جَاہل طبقہ میں اپنی مطلق العنانی اور فرعونی اختیارات قائم کرنے کے لئے یہ منطق بگھاری ہے کہ چونکہ کائنات کی ہر چیز ایک قانون (سنت اللہ) کے مَاتحت فرمانبرداری کا اظہار کر رہی ہے اور نافرمانی نہیں کرتی ،لہٰذا تم بھی اسی طرح بلا چون و چرا ہمارے احکام اور ہمارے بنائے ہوئے قانون کی فرمانبرداری کئے جاؤ اور اپنی عقل وفہم سب کو لپیٹ کر بھاڑ میں جھونک دو۔ حَالانکہ ذی عقل و ذی اختیار و ذی ارادہ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود قانونِ شرع عطا فرما کر اس قانون کی اطاعت انسان سے چاہی ہے، اور دوسری تمام مخلوقات کے لئے جو قانون مقرر فرمایا اُس کی تعمیل ان سے خود کرواتا ہے۔ اور اُن کو خلاف ورزی کا کوئی اختیار نہیں دیا ہے جس طرح اُس کا قانون قدرت ترمیم و تنسیخ اور انسانی دست بُرد سے بالاتر ہے اسی طرح اُس کا قانونِ شرع ترمیم و تنسیخ اور انسانی دست بُرد سے بالاتر ہے۔ کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ اس میں ترمیم و تنسیخ کر سکے اور کسی دانش فروش کا کیا حوصلہ ہے کہ وہ اس کو ناقص و ناقابل عمل قرار دے کر اِس میں اضافہ و اصلاح کا مُدعی ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کے اِس عطا فرمودہ قانون کی تعریف خود اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں سنئے :-

کتاب اللہ (قرآن مجید)

﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (البقرہ۔ رکوع ۱)

''یہ وہ خاص کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں یہ متقی لوگوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔''

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ (آل عمران۔۱۳۸)

''یہ دُنیا کے تمام انسانوں کے لئے ایک وضاحت اور تشریح ہے اور متقی لوگوں کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے۔''

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ (النساء۔۱۷٤)

''لوگو! تمہارے آقا کی طرف سے تمہارے پاس یہ قرآن واضح آیا۔ یعنی ہم نے تمہاری طرف بہت صاف روشنی بھیجی۔''

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (المائدہ۔۱۵۔۱٦)

''یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے حق کی روشنی اور واضح طور پر بیان کرنیوالی کتاب آ چکی ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو رضائے الٰہی کے تابع ہوں سلامتی کی راہوں پر چلاتا اور اُنہیں اپنے حکم یعنی قانونِ صداقت کے موافق تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا اور کامرانی و مقصدوری کے سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔''

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ (المائدہ۔٤٤)

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن کے مطابق کسی بات کا فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے۔''

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المائدہ۔۵۰)

اور اُن کے لئے جو یقین رکھنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ سے بہتر حکم دینے والا کون ہوسکتا ہے۔''

﴿قَدْ جَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا﴾ (الانعام۔۱۰٤)

''تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے عقل کی باتیں آ چکی ہیں اب جو کوئی ان کے ذریعہ صاحب بصیرت بنے گا اپنے ہی لئے بنے گا اور جو کوئی اُن کی طرف سے اندھاپن اختیار کرے گا اُس کا وبال اُسی پر پڑیگا۔''

﴿هَذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ﴾ (الانعام۔۱۵۵)

''یہ برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے پس تم اسی کی پیروی کرو۔''

﴿هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ (البقرہ۔۱۸۵)

''قرآن جملہ انسانوں کے لئے ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنے والے دلائل کا مجموعہ ہے۔''

﴿وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ (الاعراف۔۵۲)

''اور ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جس کی تفصیل ہم نے علم کے ساتھ کی ہے ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔''

﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ (ھود۔۱)

''یہ کامل کتاب ہے جس کی آیتیں پختہ بنائی گئی ہیں پھر حکمت اور خبر رکھنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی تفصیل کی گئی ہے۔''

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ (النحل۔۸۹)

''اور ہم نے تجھ پر ایسی کتاب نازل کی جو ہر شئے کی تشریح ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت اور بشارت ہے۔''

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ (یونس ۵۷)

"اے لوگو! یہ قرآن جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہے پندو نصیحت اور تمہارے دل کی بیماریوں کے لئے نسخہء شفاء ہے اور یقین رکھنے والوں کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔"

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل ۹)

"یہ قرآن یقیناً نہایت سیدھے اور صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔"

﴿لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (حم۔ سجدہ۔ ۴۲)

"باطل نہ اس کے آگے سے اس کے پاس پھٹکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ کتاب حکمت والے تعریف کئے گئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہے۔"

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد۔ ۲۴)

"کیا یہ لوگ قرآن میں غور و تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔"

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾

"اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے۔"

رسول اللہ ﷺ

جب کہ انسان خود اپنا مقنن نہیں بن سکتا تھا اور الٰہی ہدایت کا محتاج تھا تو دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہونی چاہئے تھی جس کے لئے ہدایت الٰہی لانے والا کوئی ہادی مبعوث نہ ہوا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (الرعد۔ ۷)

"ہر ایک قوم کے لئے رہنما آتا رہا ہے۔"

﴿اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (فاطر ۲۴)

"کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہ آیا ہو۔"

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُو االلّٰهَ وَاجْتَنِبُو االطَّاغُوْتَ﴾ (النحل۔ ۳٦)

''اور بے شک ہم نے ہر قوم یا ہر جماعت میں ایک رسول بھیجا اور اُس کے ذریعہ یہی حکم دیا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور سرکش شیطانی قوتوں سے پرہیز کرو۔''

اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد الست ہی میں ذریتِ آدم سے فرمادیا تھا کہ:۔

﴿اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غَافِلِیْنَ﴾ (الاعراف۔ ۱۷۲)

''کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم کہو ہم اس سے غافل تھے۔''

اور ہبوط کے وقت فرمادیا تھا کہ :-

﴿یَا بَنِیْ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیَاتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصْلَحَ فَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾ (الاعراف۔ ۳۵)

''اے بنی آدم جب تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں اور تم کو میری آیتیں سُنائیں تو جو کوئی پرہیزگاری اختیار کرے گا اور صحیح عمل کرے گا ایسے لوگوں پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

چنانچہ اِس سلسلۂ انبیاء کی آخری کڑی اور ہادیانِ برحق میں آخری اور کامل ھادی علیہ الصّلوٰۃ و السّلام اللہ تعالیٰ کا کامل و مکمل ہدایت نامہ تمام اقوامِ عالم کے لئے لائے۔

﴿ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَھِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ الخ﴾ (الفتح۔ ٤٨۔٤٩)

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو دینِ حق اور ہدایت دے کر بھیجا کہ اس دینِ حق کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

﴿وَ مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ

لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سبا۔ ۲۸)

"اور اے رسول ﷺ ہم نے تجھ کو دُنیا بھر کے تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ اِس بات کو نہیں جانتے۔"

﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط﴾ (المائدہ۔ ٦٧)

"اے رسول تجھ پر تیرے رب کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے، تو اُس کی تبلیغ کر دے اور اگر تو نے یہ کام نہ کیا تو اپنے فرضِ رسالت ہی کو پورا نہ کیا۔"

رسول اللہ ﷺ کا کام صرف تبلیغ تھا

قرآن مجید اِس مضمون کی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ آنحضرت ﷺ جو ہدایت نامہ لے کر آئے وہ کامل ہدایت نامہ ہے اُس میں کوئی کمی یا کجی ہرگز نہیں ہے اور آنحضرت ﷺ نے تبلیغِ ہدایت میں کوئی کوتاہی و کمی ہرگز نہیں کی اور کسی حکمِ الٰہی کو لوگوں سے چھپا کر یا راز بنا کر ہرگز نہیں رکھا۔ جیسا کہ شیعہ یا دوسرے بعض فرقوں کا خیال ہے۔ آنحضرت ﷺ کا سب سے اہم قدم و کام احکامِ الٰہی کی تبلیغ ہی تھا۔

﴿مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ط﴾ (المائدہ ۹۹)

"اللہ کے پیغمبر کے ذمہ اِس کے سوا کچھ نہیں کہ پیغام پہنچا دے۔"

نہ صرف آنحضرت ﷺ ہی کا یہ فرض تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہر ایک پیغمبر کا یہی فرض رہا ہے۔ کہ وہ پیغامِ حق کو ضرور کھول کھول کر لوگوں کو پہنچا دیں جب کفار نابکار نے بعض پیغمبرانِ الٰہی کی تکذیب کی تو اُنھوں نے یہی جواب دیا کہ :-

﴿رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ (یٰس۔ ۱٦-۱۷)

"ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمہاری طرف رسُول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمہ کھول کھول کر پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔"

صرف مذکورہ آیات ہی میں نہیں بلکہ قرآن مجید میں جہاں کہیں رسولوں کے کام کی ذمہ داری کا ذکر آیا ہے حصر ہی کے ساتھ آیا ہے اور اِس سے یہ بتانا منظور ہے کہ رسولوں کا کام صرف دینِ

حق کی تبلیغ کر دینا ہے، دین کا بنانا نہیں ہے، آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَاط مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَاط﴾ (شوریٰ۔ ۵۲)

"اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تیری طرف ایک کلام وحی کیا نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ ایمان سے واقف تھا۔ لیکن ہم نے اس وحی کو ایک نُور بنایا ہے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اس کے ذریعہ راہ راست دکھاتے ہیں۔"

معلوم ہوا کہ تمام وکمال مدار ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر ہے۔ اس میں کسی انسانی تجویز اور انسانی دماغ کی سوچی ہوئی مصلحت کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور اللہ کا رسول جو احکام الٰہی بندوں کو پہنچاتا ہے وہ دیانت و امانت کے ساتھ ہی پہنچاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ رسالت کے لئے منتخب ہی ایسے شخص کو فرماتا ہے جو فرضِ رسالت کو انجام دے سکے۔

﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ (الانعام۔ ۱۲۵)

"اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے (کس کو اپنا رسول بنائے)"

رسول کی پہنچائی اور بتائی ہوئی ہر ایک تعلیم اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت ہوتی ہے اور اسی لئے وہ مطاع ہوتا ہے اور اُس کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہوتی ہے۔ اور اُس کی پیش کردہ تعلیم کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ رسُولؐ کے سوا کسی دوسرے شخص کو یا اُس کی پیش کردہ تعلیم کو ہرگز ہرگز یہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔

افضل الرسول ﷺ

آنحضرت ﷺ چونکہ سردارِ اولادِ آدمؑ اور افضل الرسل اور قیامت تک کے لئے ہادی برحق ہیں لہٰذا آپ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا ایسے الفاظ بیان فرمائے جو آپ کو تمام دوسرے انبیاء سے ممتاز کرتے ہیں مثلاً:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سبا۔ ۲۸)

''اور ہم نے تجھ کو اے رسول ﷺ نہیں بھیجا، مگر سارے ہی انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

﴿وَ مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾ (الانبیاء۔۱۰۷)

''اور ہم نے اے رسول ؐ تجھے تمام قوموں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔''

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم۔ ٤)

''اور تو اے رسول ﷺ یقیناً عظیم الشان اخلاق پر قائم ہے۔''

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (الاحزاب۔ ۳۵۔۳۶)

''اے پیغمبر ہم نے تجھ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا اور اللہ کے حکم سے اُس کی طرف بُلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔''

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾ (الاحزاب۔ ٤٠)

''محمد ﷺ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور انبیاء کے خاتمہ کی مُہر ہیں۔''

پھر آپ ہی کے ذریعے دُنیا کو یہ خوشخبری پہنچی کہ:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ۔۳)

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پُوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔''

آپ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے

لیکن باوجود اِس مرتبہ عظیم کے کہ "بعد از خُدا بزرگ توئی قصہ مختصر" آپ کی شان ہے

آپ کو غیب کی جو باتیں معلوم ہوئیں، وحی الٰہی کے ذریعے معلوم ہوئیں۔ وحی الٰہی کے بغیر آپ کو غیب کا علم نہ تھا۔

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰىٓ اِلَىَّ﴾ (الانعام۔ ۵۰)

''اے رسول ﷺ کہہ دے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر بھیجی جاتی ہے۔''

﴿وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ (التوبہ۔ ۱۰۱)

''اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ نفاق پر اڑے بیٹھے ہیں تو اُن کو نہیں جانتا ہم اُن کو جانتے ہیں۔''

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ﴾ (الاعراف۔ ۱۸۸)

''اے رسول ﷺ کہہ دے کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہوں بجز اس کے جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بڑا فائدہ حاصل کر لیتا اور مجھ پر تکلیف نہ آتی۔''

چونکہ مذہب اور قانونِ مذہب علیم و خبیر اللہ تعالیٰ ہی بنا سکتا ہے اور علم غیب سے ناواقف ہستی قانون سازی کا حق نہیں رکھتی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ پر بھی اسی طرح احکامِ الٰہیٰ کی اطاعت لازمی تھی۔ جیسی کہ آپ دوسروں کو اطاعتِ احکام الٰہی کی تعلیم دیتے تھے اور جس کے متعلق اوپر بعض آیات درج ہو چکی ہیں۔ کسی دوسرے کی کیا مجال ہے کہ باہمہ جہل و نادانی اپنے خود ساختہ قوانین کی اطاعت کو غیر مشروط طور پر فرض مذہبی قرار دے سکے اور اسلام پر قائم رہتے ہوئے کوئی مسلمان اس اسلام کش فرمائش کو پورا کر سکے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ اور اُس کے بھیجے ہوئے ہدایت نامے کے سوا کسی کو مطاعِ حقیقی (جس کی اطاعت لازماً کی جائے) قرار نہیں دیتا اور ظاہر ہے کہ جب اصل ہدایت کا تعلق اللہ کے سوا کسی دوسرے سے نہیں تو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا حقدارِ اطاعت کیسے ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت درحقیقت اُس کے احکام اور اُس کے کلام یعنی اُس کے بھیجے ہوئے کامل ہدایت نامہ (قرآن مجید) کی اطاعت ہے جیسا کہ فرمایا :-

﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا﴾ (الانعام۔ ۱۱۵)

"کیا اللہ کے سوا میں کسی غیر کو حَکَم (پنچ) بناؤں؟ اور اللہ تو وہ ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل کر دی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

یہ ہدایت نامہ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی معرفت ہمارے پاس پہنچا ہے، لہٰذا ہم جب قرآن مجید کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ خود بخود قرآن مجید کے لانے والے کی بھی اطاعت ہوتی ہے۔ جس طرح قرآن مجید کی اطاعت خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی خود اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر قرآن مجید میں جب اپنے رسول ﷺ کو تمام جہان کے لوگوں اور تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر فرمایا تو رسول کے مطاع ہونے میں کیا شک رہ گیا۔ پھر یہیں تک بات کو مشتبہ اور غیر مفصل نہیں چھوڑا بلکہ صاف طور پر فرمایا کہ:

﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (آل عمران۔ ۱۳۲)

"اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾ (الانفال۔ ۲۰)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو۔

اور اس فرمانبرداری سے مت پھرو درآنحالیکہ تم سنتے ہو۔"

یہاں اللہ و رسول دونوں کی اطاعت کو ایک ہی اطاعت قرار دیا اِس لئے کہ رسول وہی حکم دیتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے رسول کے پاس بھیجا ہے۔ اُس کی تفسیر دوسری جگہ فرمائی کہ۔

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُو الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ﴾ (المائدہ۔ ۹۲)

"اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو اگر تم اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت سے منحرف ہو جاؤ گے تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کا کام تو ہمارے احکام کا صاف صاف پہنچا دینا ہی ہے۔"

یہاں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ دونوں کی اطاعت کو الگ الگ بیان فرما کر کلام اللہ اور اسوۂ رسول دونوں کی طرف اشارہ فرمایا اِس لئے کہ اسوۂ رسول ﷺ اور کلام اللہ دو چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔

اسوۂ حسنہ

اُسوۂ اِحکامِ قرآنی پر رُسول اللہ ﷺ کے عمل کرنے کی صورت کا نام ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بہتر احکامِ قرآنی پر کون عمل کر سکتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید اگر حکم الٰہی ہے تو رسول اللہ ﷺ کا عمل اُس کی تعمیل کا بہترین نمونہ ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب۔ ۲۱)

"تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے اندر اچھا نمونہ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کا ایک یہ بھی کام تھا کہ آپؐ احکام الٰہی پر عمل کر کے دکھادیں اور اُمّت اسی نمونہ پر عامل ہو جائے اور اسی طرح تبلیغِ احکام الٰہی اتمام کو پہنچ سکتی تھی۔

آنحضرت ﷺ نہ صرف کلامِ الٰہی کے پہنچا دینے والے ہی تھے۔ بلکہ تعمیل احکامِ الٰہی کے لئے ایک نمونہ بھی تھے اور اسی طرح مقصدِ تبلیغ تکمیل کو پہنچ سکتا تھا اور ظاہر ہے کہ ہدایت الٰہی یا دینِ اسلام نہ صرف طاعت وعبادت کے متعلق احکام کے مجموعہ کا نام ہے۔ بلکہ وہ ایسا

کامل و مکمل آئین ہے۔ جو اخلاق و تمدّن و معاشرت وغیرہ نسلِ انسانی کی ہر ضرورت کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔ انہیں ضروریاتِ انسانی میں قیامِ سلطنت و نظامِ حکومت بھی شامل ہے۔

ہدایت کی دو اقسام ہیں

انسان اور انسانی ماحول تغیر پذیر بھی ہے اور معاشرتی و تمدنی حالات کا متغیر ہوتے رہنا انسان کے ترقی پذیر اور شریف مخلوق ہونے کی بھی ایک علامت ہے، لہٰذا انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور انسان کی ہر حالت میں رہبری کرنے کے لئے ہدایت کا دو حصوں یا دو درجوں میں منقسم ہونا لازمی تھا۔ ایک ہدایت کا وہ حصّہ جو جمیع اُصول اور تمام پختہ و غیر متغیر اور لازمی احکام و اعمال پر مشتمل اور انسانی تصرف سے بالاتر اور اپنے الفاظ میں بھی محفوظ و منضبط اور ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان کی ہدایت کا نصاب ہو اور آئندہ پیش آنے والی ایسی ضرورتوں کے متعلق بھی اُصولی احکام اپنے اندر رکھتا ہو جو نزول ہدایت کے وقت موجود نہ تھیں۔

﴿لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الا نعام ۔ ٦٧)

''اور ہر خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور کچھ دنوں کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا۔''

دوسرا وہ حصہ جو ماحول کی تمام تبدیلیوں اور تمام متغیر و متبدل حالات میں طریق عمل اختیار کرنے کے لئے صحیح راستہ دکھانے کا سامان ہو اور حالات و ماحول میں کیسی ہی تبدیلیاں واقع ہو جائیں وہ ہر حالت کے موافق رہبری و رہنمائی کر سکتا ہو اور ظاہر ہے کہ ہدایت کے اِس حصّہ کو الفاظ کے ذریعہ نہیں بلکہ مفہوم کے ذریعہ محفوظ ہونا چاہیے۔

وحی کی اقسام

ہدایت کا پہلا اور اصل حصّہ کہ وہی ہدایت کی حقیقتِ اصلیہ ہے، قرآن مجید یا وحی متلو ہے جو کامل و مکمل بھی ہے، اور محافظ و محفوظ بھی ہے۔ ہدایت کا دوسرا حصہ وہ ہے جس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے اور جس کی رہبری میں اور جس کے سانچے میں ڈھل کر آنحضرت ﷺ کی زندگی جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور تمام شعبوں کی جامع ہے ہر انسان کی رہبری کے لئے نمونہ اور سامانِ ہدایت بن گئی اور اسی کو سُنّت رسول اللہ ﷺ کہا جاتا

ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر۔ ۷)

''اور جو تم کو رسول ﷺ دے وہ لے لو، اور جس سے روکے اُس سے رُک جاؤ۔''

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم۔ ۳،۴)

''رسولؐ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا بلکہ جو کچھ کہتا ہے وہ نازل شدہ وحی ہوتی ہے۔''

سنت نبوی ﷺ کی پیروی ضروری ہے

جس طرح اُسوۂ نبوی ﷺ تعمیلِ احکامِ قرآنی کی ایک صُورت اور نمونہ ہے اسی طرح سُنّت نبوی تعلیم وحی خفی کی ایک صُورت اور نمونہ ہے اور اِس اعتبار سے کہ منشائے الٰہی اور حکم اللہ ہی دونوں میں حقیقی مطاع ہے، اُسوۂ نبویؐ اور سنت نبویؐ میں کوئی فرق نہیں ایک ہی چیز ہے اور نبی کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ نماز کو قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے مہینے میں روزے رکھو۔ اب ان احکام کی تعمیل ہم کو اُسی طرح کرنی چاہیئے۔ جیسی رسول اللہ ﷺ نے اُن کی تعمیل وحی خفی کے ذریعہ ہدایت پا کر کی۔ لیکن قرآن مجید میں چونکہ صرف احکامِ عبادت ہی نہیں۔ بلکہ موعظت حسنہ، ترغیب و ترہیب۔ امثال و نظائر۔ تربیت و تعلیم اخلاق، دلائل و براہین۔ اخبار غیب۔ سیاست وغیرہ سب ہی ضروری چیزیں ہیں اور وہ ہدایت ربانی کی اصل بُنیاد اور محفوظ دستور العمل ہے۔ لہٰذا کسی حالت میں بھی اُس سے بے نیازی نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح اُسوۂ نبویؐ سے بھی بے پروائی نہیں اختیار کی جاسکتی۔

اوپر کی تصریح سے یہ معلوم ہوگیا کہ کتاب اللہ اور اُسوۂ رسول اللہ ﷺ ہدایتِ الٰہی کا ایک اوّلین اور اُصولی حصّہ ہے۔ لیکن وحی خفی کے ذریعے یہی نہیں کہ تعمیلِ احکامِ قرآنی کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا ہو۔ بلکہ اور بھی بہت سے باتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت کے موافق تعلیم فرمائیں لہٰذا اس وحی خفی کے ذریعہ دی ہوئی تعلیم کا نام قرآن مجید میں حکمت لیا گیا ہے اور اسی کو سنتِ رسول اللہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے تذکرے میں

فرماتا ہے کہ:-

﴿يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ (الجمعہ۔ ۲)

"(ہمارا رسول ﷺ) ان کو ہماری آیتیں سُناتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور اُن کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور یہ لوگ پہلے کُھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔"

ظاہر ہے کہ اِس آیت میں کتاب اور حکمت دو چیزوں کے تعلیم دینے کا ذکر ہے۔ کتاب سے مُراد کتاب اللہ کے سوا اور کچھ نہیں، اور حکمت سے مُراد سُنّت رسول اللہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسے کتاب اللہ کی اس لئے کہ دونوں کی پیروی حکم الٰہی کی پیروی ہے اور اللہ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی اطاعت دو مختلف چیزیں نہیں ہیں۔

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء۔ ۸۰)

"اور جو رسول ﷺ کی اطاعت کرے اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔"

سنت اور حدیث میں فرق

اِس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سُنّت اور حدیث بالکل الگ اور دو جُدا جُدا چیزیں ہیں۔ لیکن عوام سُنّت اور حدیث کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں۔ سُنّت رسول اللہ ﷺ کے اُس عمل یا قول کا نام ہے جو تواتر کے یقین آور ذریعہ اور سلسلہ تعامل سے ہم تک پہنچا اور خیر القرون اور اُمت مُسلمہ میں معمول بہا رہا ہے اور حدیث راویوں کا وہ بیان ہے جو اُنہوں نے آنحضرت ﷺ سے کوئی بات سُن کر اکثر اُس کا مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کیا اور کمتر آنحضرت ﷺ کے الفاظ کو محفوظ رکھا یا آپ ﷺ کی کسی حالت یا عادت یا عمل یا آپ کے متعلق کسی واقعہ کو اپنے الفاظ میں بیان کیا۔

چونکہ احادیث کا اکثر و بیشتر حصہ روایت بالمعنی ہے اور راویوں کی حالت و حیثیت اور سلسلہ روایت کے مربوط و مضبوط اور مشتبہ و مشکوک ہونے کے مدارج ہو جانے کی وجہ سے احادیث کے بہت سے درجے ہو گئے لہذا اُن کا مرتبہ سُنّت ثابتہ سے کمتر اور ظنّی ہوا۔ لیکن

اگر کسی حدیث کا قولِ وفعلِ رسولؐ ہونا یقین کے درجے تک پہنچ جائے تو اُس حدیث کی تعمیل واطاعت بھی ایسی ہی ضروری ہوگی جیسے سنت ثابتہ یا آیاتِ کلام اللہ کی تعمیل واطاعت ضروری ہے اور اُس کے قول وفعلِ رسول ہونے میں جس قدر شک وشبہ موجود رہے گا اُسی قدر اُس کی تعمیل و اطاعت لازمی نہ رہے گی۔ پھر حدیث کے بعد وہ اصحاب نبوی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان خیر القرون جن کی نسبت ہم کو یقین ہے کہ وہ اتباع ہدایت اور اللہو رسول کی اطاعت کو بہرحال مقدم رکھتے تھے، ہمارے لئے نمونہ ہو سکتے ہیں اور یہ بھی اللہو رسول ہی کی اطاعت ہے اس لئے کہ اللہو رسولؐ ہی نے اُن کو ہمارے لئے نمونہ اور نجم ہدایت ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا مدارج کے اعتبار سے سامانِ ہدایت کی ترتیب اسطرح ہوئی کتاب الٰہی۔ سُنت نبوی۔ آثار صحابہ و خیر القرون۔ لیکن ان سب کی اصل و بنیاد اور حقیقت ایک ہی ہوئی۔ یعنی اطاعت الٰہی۔ چنانچہ کتاب الٰہی کی سند پر ہی باقی تینوں چیزوں کی اطاعت ہے، اگر کتاب الٰہی موئید نہ ہو یا مخالف ہو تو سب کو رد کیا جا سکتا ہے، آنحضرت ﷺ نے خود اس کی تشریح فرما دی ہے۔

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یقول السُّنَّۃ سُنَّتَان سُنَّۃ فِیْ فریضۃ فِیْ غیر فریضۃ فالسُّنَّۃِ الَّتِیْ فِیْ الفریضہ اصلھا فی کتاب اللّٰہ اخذھا ھدی وترکھا ضلالہ والسنۃ التی لیس اصلھا فی کتاب اللّٰہ الاخذ بھا فضیلۃ وترکھا لیس بخطیئۃ)) (۱)(کشف الغمہ باب الاعتصام بالکتاب۔ والسنہ)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں سُنت دو قسم کی ہوتی ہے ایک سنت ضروری ہوتی ہے اور ایک غیر ضروری۔ وہ سنت جو ضروری ہے اس کی اصل کتاب اللہ میں ہوتی ہے اس کا اختیار کرنا ہدایت اور اس کا ترک کرنا گمراہی ہے اور دوسری سُنت جس کی اصل کتاب اللہ میں نہیں اس کا اختیار کرنا ثواب ہے اور اُس کا ترک کرنا گناہ نہیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

(میرا کلام کلام اللہ کو منسوخ نہیں کر سکتا اور کلام اللہ میرے کلام کو منسوخ کر سکتا ہے)

(۱) کتاب الٰہی اور سنت نبویؐ کے مقابلے میں باقی دونوں کو رد کر دیا جائے گا اور کتاب اللہ۔ سنت ثابتہ اور حدیث صحیحہ کے مقابلے میں چوتھی چیز کو ناقابل التفات سمجھا جائے گا۔ اور ان چاروں کے مقابلے میں کسی دانش فروش کی کوئی بات ہرگز قابلِ پذیرائی نہ ہوگی۔ ان مدارج کی حکمت وضرورت پر کلام کرنا بجائے خود ایک مستقل مضمون کو چھیڑنا ہے۔ جس کی اس جگہ ضرورت نہیں۔

خلاصہ بحث

اِس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ مطاعِ حقیقی ایک ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ بھی جن کی شان ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ ہے اِس لئے مطاع ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اطاعت کا بلاشرط حکم دیا اور رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا۔ پس مطاعِ مطلق اللہ تعالیٰ ہی ہوا۔ بیوی کا شوہر کی اطاعت کرنا۔ شاگرد کا اُستاد کی فرمانبرداری کرنا۔ اولاد کا ماں باپ کے حکم کی تعمیل کرنا۔ فوج کا سپہ سالار کے حکم کو ماننا۔ عوام کا اپنے امیر یا امام کا مطیع ہونا سب اطاعتِ الٰہی کی شرط پر ہیں، یعنی سب کی اطاعت حکمِ الٰہی کی تعمیل میں کی جاتی ہے۔ ان کو مطاعِ حقیقی یا مطاعِ مطلق ماننا اور اُن کی اطاعت بلاشرط کرنا کفر اور شرک ہے جس سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی لعنت نہیں ہو سکتی اور مومن ایک سیکنڈ کے لئے اِس کو برداشت نہیں کر سکتا۔

ایمان باللہ

دُنیا میں جب سے نسلِ انسانی موجود ہوئی اُسی وقت سے اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی ہدایت کا سلسلہ موجود ہوا۔ اِس ہدایتِ الٰہی کا خلاصہ اور اصل اُصول ہمیشہ ایک ہی رہا ہے وہ یہ کہ انسان جو انواعِ مخلوقات میں ایک اعلیٰ ترنوع ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت و اطاعت و فرمانبرداری اختیار نہ کرے صرف اللہ ہی کی مطیع و منقاد رہے اور اپنے حقیقی خالق و مالک کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ اِسی عقیدۂ توحید کو زیادہ روشن اور مکمل کرنے کے لئے دوسری بات یہ بتائی کہ اِس خاکدانِ دُنیا اور اِس محدود دُنیوی زندگی کو اپنی منتہا قرار نہ دینا چاہیے، بلکہ نتائجِ اعمال اور حقیقی خوشحالی و بدحالی

کے لئے ایک دوسرے جہان کا یقین رکھنا ضروری ہے اسی کو ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ ہدایت الٰہی یا مذاہب حقہ نے انسان کے لئے صفات باری تعالیٰ کے صحیح تصور اور اعمال کی کامل جزاوسزا کے لئے ایک دوسرے جہان کا تعین پیدا کرنے کا سامان ہمیشہ بہم پہنچایا ہے اور اِسی لئے مذہب کا نام دین رکھا گیا۔ دین کے اصل معنی بدلہ اور مکافات کے ہیں اور مذاہب حقہ کی بنیاد ہی مالک یوم الدین اور یوم الدین کے عقیدے پر رکھی گئی ہے ان دونوں عقیدوں کے علاوہ اور بھی ضروری عقائد ایمان بالرسل۔ ایمان بالکتب، ایمان بالملائکہ ہیں جن کا خلاصہ ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر ہے۔ یہی ہدایت الٰہی ہے۔ اور اسی کی تمام انبیاء علیہم السّلام نے تعلیم دی ہے اور اسی کی کامل ومکمل حالت کا نام اسلام ہے۔

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ط﴾ (ال عمران ۱۹)

''یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔''

عقیدہ وایمان کی درستگی

مذہب اِسلام انسان کو سعادتِ انسانی سے ہمکنار کرنے اور اُس کو اُس کے مقصودِ حیات تک پہنچانے کے لئے ایک مکمل و روشن قانون ہے جو چار حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اوّل اصلاح عقائد جس کا نام ایمان ہے۔ دوم عبادات۔ سوم تہذیب الاخلاق۔ چہارم درستئی معاملات۔ اِسلام یعنی مذہب حق کی بنیاد اور اولین چیز ایمان وعقائد کی درستی واصلاح ہے، اختیار و ارادہ رکھنے والا انسان ہی قانون مذہب کا مکلّف ہوتا ہے اور بااختیار وباارادہ انسان کی روح اور فطرت سے تعلق رکھنے والے خیالات وعقائد کی اصلاح سے پہلے اُس کے اَعمال یعنی عبادات و اخلاق ومعاملات کی حقیقیِ اصلاح ممکن نہیں لہٰذا اسلام نے سب سے زیادہ عقائد کی اصلاح پر زور دیا اور عقیدہ یعنی ایمان کو عمل کی روح قرار دے کر ''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ'' کا اعلان کیا۔ اور ایمان کو اعمال پر بہرحال مقدم رکھا اور ہر جگہ اعمال صالحہ کے لئے ایمان کی شرط کو لازمی قرار دیا۔ جو شخص ایمان وعقیدہ کی اصلاح و دُرستی کو غیر ضروری قرار دیتا ہے، وہ اِسلام اور مذہب حق کی حقیقت سے یقیناً ناواقف و ناآشنا ہے اور

منافق و مومن میں کوئی فرق نہیں تسلیم کرنا چاہتا۔

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ج﴾ (الانبیاء۔ ۹۴)

''پس جو کوئی اچھے کام کرے اور وہ مومن ہو تو اُس کی کوشش کی ناقدری نہ کی جائے گی۔''

جن لوگوں نے اپنے عقیدہ کو صحیح اور درست کیے بغیر اعمال بجالانے شروع کر دیئے اُن کو فوراً ٹوک دیا گیا کہ:-

﴿قَالَتِ الْاَعْرَابُ آمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۴)

'' اعراب لوگ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اُن سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ہاں! یہ کہو کہ ہم فرمانبردار ہوئے۔ اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔''

بلکہ جس نے ایمان کی ضرورت سے انکار کیا اُس کے اعمال اکارت قرار دے کر آخرت میں اُس کو خسران زدہ بتایا۔

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾ (المائدہ۔ ۵)

''اور جو شخص ایمان سے انکار کرے اُس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔''

اور ایمان و عقیدہ کی درستی کو نتیجہ خیز اور ثمر ثمرات خیر فرمایا:-

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (البقرہ۔)

''اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے اللہ تو لوگوں پر شفقت کرنے والا مہربان ہے۔''

قرآن کی نظر میں اصلاح عقیدہ کی اہمیت

قرآن مجید میں نہ صرف عقیدہ و ایمان کی دُرستی و اصلاح پر ہی زور دیا گیا ہے بلکہ تعلیم فرمودہ اور پیش کردہ عقائد کے دُرست اور صحیح اور ضروری ہونے کے دلائل بھی بڑی کثرت سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ یہ دلائل عقلی بھی ہیں اور فطری بھی۔ نظائر قدرت اور مثال و نظائر سے بھی پیش کئے گئے ہیں اور انسانی جذبات و عادات اور مشاہدۂ عالم سے بھی۔ انفسی بھی ہیں۔ اور آفاقی بھی۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ زوروشور اور طاقت کے ساتھ جس عقیدہ کو پیش کیا گیا ہے وہ توحیدِ الٰہی کا عقیدہ ہے کہ اُس کی ذات وصفات و اسماء میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے جس کا لازمی نتیجہ توحید فی العبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ بنایا جائے۔ اسی کی طرف قرآن مجید نے سخت سے سخت تاکید فرمائی اور پورا پورا زور دیا ہے۔ یہی اصل مذہب اور یہی حقیقتِ دین اور یہی انسان کا سب سے اہم اقدام و اہم فرض ہے اور اسی سے انسان اپنی شرافت کے مقام پر فائز رہ سکتا اور اپنی حقیقی سعادت کو پا سکتا ہے۔

عبادت کا مفہوم

عبادت کہتے ہیں انتہا درجہ کے تذلل اور انکساری کو اور اُس اظہار فرمانبرداری کو جس کے ساتھ اظہار عاجزی بھی ہو۔ ظاہر ہے کہ عاجزانہ فرمانبرداری جس کی کی جائے وہ اللہ ہی ہوسکتا ہے۔ دوسرا نہیں ہوسکتا۔ انسان اپنے کمال اور اپنی سعادت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اپنی پُوری طاقتوں کو اللہ تعالیٰ ہی کی کامل فرمانبرداری میں نہ لگا دے اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کی غرض عبادت بیان فرمائی۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات۔ ٥٦)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا۔ مگر اِس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (فاتحہ)

"ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔"

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ﴾ (الانعام۔ ١٠٢)

"اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا پس اُسی کی عبادت کرو۔"

﴿وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (الکهف ۱۱۰)

''اور چاہئے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾ (طه۔ ۱٤)

''بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔''

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ (الحجر ۔ ۹۹)

''اور اپنے رب کی عبادت کیے جا یہاں تک کہ یقیناً آنے والی موت تجھ کو آ ئے۔''

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء ۔ ۲۵)

''میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔''

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (یوسف۔ ٤۰)

''حکم تو بس اللہ ہی کا ہے اُس نے حکم دیا ہے کہ تم سوائے اُس کے کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ (بنی اسرائیل۔۲۳)

''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔''

کسی قسم کی فرمانبرداری غیر اللہ کے لئے نہیں!

یہ بتا کر کہ فرمانبرداری کا انتہائی اور اعلیٰ ترین درجہ یعنی عبادت جس طرح اللہ کے سوا دوسرے کے لیے نہیں اِسی طرح اطاعت (جس کے معنی ہیں برضا و رغبت حکم کی تعمیل کرنا) بھی اللہ کے سوا دوسرے کے لئے نہیں (جیسا کہ اوپر قرآن مجید ہی سے ثابت کیا جا چکا ہے)۔

استعانت یعنی مدد طلب کرنا بھی عبادت و عاجزی کا اظہار ہے لہٰذا اس کے متعلق بھی انسان کو بتایا کہ اللہ کے سوا کسی کو مستعان نہ سمجھے۔

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحه)

''ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔''

﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ﴾ (الانبیاء۔ ۱۱۲)

''اور ہمارا رب رحمٰن ہے، جس سے مدد مانگی جاتی ہے۔''

فرمانبرداری کی ایک شان اتباع ہے جس کے معنی ہیں " کسی کے نقشِ قدم پر چلنا" اِس کے متعلق بھی فرمایا کہ حکم الہیٰ کے خلاف کسی کی اتباع نہ کرو۔ اللہ و رسول ﷺ کے سوا کسی کے پیچھے نہ چلو (اِس کا ثبوت اوپر گزر چکا ہے)۔

تسلیم کا مفہوم

تسلیم کے مفہوم میں بھی فرمانبرداری موجود ہے۔ اس کا مادہ ''سلم'' ہے، اسی سے اسلام کا لفظ مشتق ہوا جس کے معنی ہیں "سلامتی میں داخل ہونا اور اپنے آپ کو پُورے طور پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے احکام کے سپرد کردینا"۔ تسلیم کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر پر راضی رہنا اور احکام الٰہی کی پُوری پُوری فرمانبرداری کرنا لہٰذا اس کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص کیا۔

﴿اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ط﴾ (البقرہ۔ ۱۳۱)

''میں تمام جہانوں کے رب کی جناب میں اپنی گردن جھکاتا یعنی اُسی کی اطاعت کرتا ہوں۔''

﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ط وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (الانعام۔ ۷۱)

''کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی کامل ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے پروردگار کی فرمانبرداری کریں۔''

﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ط﴾ (لقمان۔ ۲۲)

''اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیتا ہے، اور وہ احسان کرنے والا ہے تو اُس نے ایک پائیدار جائے گرفت کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔''

﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (المومن۔ ٦٦)

"اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں صرف رب العالمین ہی کی فرمانبرداری اختیار کروں۔"
دین کے اصل معنی مکافات اور بدلہ کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ فرمانبرداری کے معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے، اور دعا بھی فرمانبرداری و اطاعت کو ظاہر کرتی ہے۔

لہٰذا فرمایا کہ:-

﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ط﴾ (الزمر۔ ۲،۳)
"فرمانبرداری کو اللہ ہی کے لئے خالص کرتے ہوئے اُس کی عبادت کرو۔ یاد رکھو خالص فرمانبرداری اللہ ہی کے لئے ہے۔"
﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾ (النحل۔ ۲۰)
"جو اللہ کے سوا دوسروں سے مانگتے ہیں وہ دوسرے تو ایسے ہیں کہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود مخلوق ہیں۔"

توکل علی اللہ

اسی طرح توکل یا بھروسہ کرنے میں بھی عاجزی اور فرمانبرداری کا مفہوم موجود ہے توکل کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص کیا کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے پر توکل نہ کرو۔

﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ (التوبہ۔ ۱۲۹)
"اللہ میرے لیے کافی ہے صرف وہی ایک معبود ہے اُسی پر میرا بھروسہ ہے، اور وہی عظیم الشان تخت حکومت کا مالک ہے۔"
﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ (الممتحنۃ۔ ٤)
"اے ہمارے پروردگار ہم تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں تیری ہی طرف رجوع ہوتے ہیں اور تیرے ہی پاس ہمیں پناہ مل سکتی ہے۔"
اسی طرح قنوت کے معنی عبادت، فرمانبرداری اور سکوت ہیں۔ لہٰذا اُس کی نسبت بھی فرمایا ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ﴾ اور فرمایا "اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو" اور فرمایا ﴿كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ﴾ "ہر ایک اس کا تابع فرمان ہے" اور فرمایا، ﴿وَاقْنُتِيْ لِرَبِّكِ﴾ "اور

اپنے رب کے لئے عاجزی اور خاکساری اختیار کرو"، کے معنی التجا کرنا۔ تعلق اور پناہ طلب کرنا ہیں، اِس میں بھی فرمانبرداری کا مفہوم ہے، لہٰذا اُس کو بھی اللہ ہی کے لئے مخصوص کیا مثلاً ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور فرمایا ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾ "میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہوں" اور فرمایا ﴿وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ﴾ "میں اپنے رب کی پناہ میں آتا ہوں" اور فرمایا ﴿اِنِّيْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ﴾ "میں تجھ سے رحمان کی پناہ چاہتی ہوں"، پھر مشرکوں کی نسبت فرمایا ﴿ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ﴾ "انسانوں میں سے کچھ لوگ بعض جنوں کی پناہ طلب کیا کرتے تھے"۔ (الجن۔٦)

توحید خالص

غرض جمیع اقسام وانواع اطاعت وفرمانبرداری کو صرف اللہ کا حق ٹھہرا کر کسی دوسرے کی فرمانبرداری کو مشکوک قرار دیا اور انسان کو ڈرایا کہ:-

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ (النساء ۔ ٤٨)

"یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس گناہ کو کہ اُس کے ساتھ شریک بنایا جائے اور جو اس شرک کے علاوہ ہے وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے وہ ایک بھاری گناہ تراشتا ہے۔"

پھر اِسی توحید کو ذہن نشین کرنے کے لئے انسان کو آگاہ کیا۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ط﴾ (الجاثیہ۔ ١٣)

"اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے اپنی جناب سے تمہارے کام میں لگایا۔"

اور فرمایا:-

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِيْ

الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ط وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَاهُدًى وَّ لَاكِتَابٍ مُّنِيْرٍ ﴾

(لقمان۔ ۲۰)

''کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لئے کام میں لگا رکھا ہو اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پورا کیا ہے اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اللہ کے بارے میں جھگڑتا ہے حالانکہ نہ اُس کے پاس علم ہے اور نہ ہدایت اور نہ روشن کرنے والی کتاب۔''

تسخیر کے معنی ہیں غالب ہو کر مغلوب کو کسی کام میں لگانا اور اپنے منشاء کے موافق چلانا۔

انسان صرف اپنے رب کا غلام ہے

مسخر وہ چیز ہے جو خاص کام میں لگائی گئی۔ اس کا مادہ سخر ہے جس کے معنی کسی کی تحقیر کرنا اور اس پر ہنسا ہیں۔ غرض مسخر کا حقیر و کم رُتبہ ہونا بہر طور عیاں ہے۔ مُدعا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہم نے تمام چیزوں کو تمہاری خدمت گزاری پر مامور کر دیا ہے اور انسان کا مرتبہ بُلند و برتر بنایا ہے اور اس کو کسی کا خادم نہیں بنایا یہ صرف واحد و لاشریک اللہ ہی کا غلام ہے اور اس کو صرف اللہ ہی کے احکام کی فرمانبرداری کرنی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا یہ نہ کسی کا غلام بن سکتا ہے۔ اور نہ کسی سے خوف زدہ ہو سکتا ہے۔

﴿لَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ﴾ (البقرہ۔ ۱۵۰)

''تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ اللہ سے ڈرو۔''

﴿لَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران۔ ۱۷۵)

''اگر تم مومن ہو تو لوگوں سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو۔''

خالص موحد و مومن بننے کے ثمرات

انسان جب پورا پورا موحد اور مومن بن جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے آگے گردن نہ جھکائے گا تو وہ وسیع النظر بھی ہو گا اُس کی قوتِ عمل بھی زندہ رہے گی اُس کو آزادیٔ ضمیر اور بُلند ہمتی بھی حاصل ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو جو اختیار و ارادہ عطا

فرمایا ہے وہ اپنے اختیار و ارادے کو آزادی کیساتھ استعمال میں لا کر اپنے مستقبل یعنی اپنی اخروی زندگی کو بہتر بنا سکے گا۔ جس طرح اکیلے اللہ کا پرستار و فرمانبردار بن کر انسان سب کا مخدوم و آقا بن جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے سوا کسی دوسرے کا پرستار و فرمانبردار بن کر سب سے زیادہ ذلیل و پلید اور سب سے زیادہ ناکارہ و بے توقیر ہو کر اپنے لئے تمام ترقیات اور حصول سعادت کے دروازے بند کر لیتا اور اپنی شرافت کے بلند ترین مقام سے گر کر رذالت کی تحت الثریٰ میں پہنچ جاتا ہے۔ انسانی آزادی ہی کا نام اطاعت الٰہی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو نعمتِ آزادی سے متمتع کرنے کے لئے ہی اپنی طرف سے ہدایتِ وحی اپنے رسولوں کے ذریعہ بھیجی ہے۔ کلامِ الٰہی نے سب سے زیادہ بُلند آہنگی کے ساتھ اس بات کا اعلان کیا ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی کے آگے اظہار تذلل نہ کرے۔ اللہ کے سوا کسی کے آگے گردن نہ جھکائے۔ اللہ کے سوا کسی سے حاجات نہ مانگے۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارے۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ اللہ کے سوا کسی کی اطاعت نہ کرے۔ اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت اور اللہ کے بھیجے ہوئے ہادی کے سوا کسی کے پیچھے نہ چلے۔ یہی ایمان باللہ کی حقیقت ہے اور اسی میں دینی و دُنیوی کامیابیوں کا راز مضمر ہے اور اسی کے ذریعہ دُنیا میں طاغوتی طاقتوں کو مٹا کر الٰہی حکومت قائم ہو سکتی اور اسی کے ذریعہ ایک انسان دوسرے انسان کا ہمدرد و بہی خواہ بن سکتا اور اسی کے ذریعہ ہر ایک انسان کی آزادی محفوظ ہو سکتی ہے اور اسی کے ذریعہ نظم اور نظام انسانوں میں قائم ہو سکتا ہے، اور نوعِ انسان اس دُنیا میں جنتی زندگی کا نمونہ دیکھ سکتی ہے۔ جہاں غیر اللہ کی فرمانبرداری و اطاعت انسان نے اختیار کی اور نظم و نظام درہم برہم ہوا اور انسان اپنی شرافتِ انسانی سے جُدا ہوا اور اُس کی دُنیوی واُخروی زندگی رذالتوں اور نجاستوں سے پُر ہوئی ۔

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت ہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت!

انسانی ذلت و پستی کی وجوہات

نسلِ انسانی کی تمام بربادیوں تباہیوں اور گروہ بندیوں کا راز اسی میں پنہاں ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو خالص نہ رکھ کر دوسروں کی اطاعت کا جوا اپنی

گردن پر رکھتا اور دوسروں کو اللہ بناتا رہا ہے خواہ وہ جھوٹے اللہ خواہشات نفسانی ہوں یا شیطان وجن ہوں یا چاند سورج اور ستارے ہوں، یا پیر وفقیر ہوں یا بادشاہ و امیر ہوں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (الاحقاف۔ ۱۳)

''وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے پھر اسی سیدھی راہ پر قائم رہتے ہیں تو اُن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

(یونس۔ ۶۳،۶۴)

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور تقویٰ شعار بنے اُن کے لئے دُنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔''

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾(النحل۔ ۹۷)

''مرد یا عورت نیک عمل کرے گا بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اُس کو پاکیزہ اور خوشحالی کی زندگی عطا فرمائیں گے اور اُن کے عمل سے بہتر اجر ضرور مرحمت فرمائیں گے۔''

شیطانی فریب

ایمان باللہ اور انسان کی حقیقی آزادی کی اصلیت کو مجروح کرنے کے لئے شیطانی طاقتوں نے مُسلمانوں کو ہمیشہ یہ فریب دیا ہے کہ اسلام چونکہ سلامتی اور فرمانبرداری کا مذہب ہے اور مسلم کے معنی فرمانبردار ہیں۔ لہٰذا مُسلمان کو ہر شخص کا بلا چون و چرا فرمانبردار بن جانا

(۱) یہ روایت موضوع (من گھڑت ہے) دیکھئے ضعیف الجامع (۳۳۵۵) والمجمع (۱/۱۷۲)

چاہیئے اور ہر شخص کو خدائی اختیار دے کر اپنا مطاع بنالینا چاہیئے ۔ یہ شیطانی فریب بالکل اسلام کی ماہیت ہی منقلب کر دینا چاہتا۔ دن کو رات، روشنی کو تاریکی اور زندگی کو مرگ بنادینے پر آمادہ ہے۔ اِسلام بیشک فرمانبردار بناتا اور گردن جُھکاتا ہے۔ لیکن صرف اللہ کا فرمانبردار بناتا اور صرف اللہ کے آگے گردن جُھکاتا اور اللہ کے سوا ہر ایک کی فرمانبرداری سے روکتا اور اللہ کے سوا ہر ایک کے سامنے گردن بُلند رکھنے کا حکم فرماتا اور اسی کو انسانی شرافت اور نشانِ اِسلام قرار دیتا ہے۔ ؎

موحد کہ درپائے ریزی زرش   دگر تیغ ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نہ باشدزکس   ہمین ست بنیادِ توحید بس

مسلمان صرف اللہ اور رسول ﷺ کا مطیع ہوتا ہے

مُسلمان مجلسِ احباب میں اپنے دوستوں کے حکم کو بھی مانتا ہے۔ گھر میں اپنی بیوی اور بچوں کی باتیں بھی مان لیتا ہے۔ سفر میں اپنے قافلہ سالار کا حکم بھی مانتا ہے۔ میدانِ جنگ میں اپنے سپہ سالار کے احکام کی تعمیل کرتا ہے، بیماری کی حالت میں طبیب کے احکام کی تعمیل کرتا ہے شہر میں میونسپل بورڈ اور عامل کے حکموں کی پابندی کرتا ہے، اور اُس کی تمام زندگی قاعدہ اور سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ نتیجہ اس بات کا ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کا مطیع نہیں وہ اللہ کے سوا کسی کو مطلق فرمانروا اور مختار ناطق یقین نہیں کرتا، اور اللہ ہی کے حکم کی تعمیل میں سب کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ اللہ و رسول ؐ نے جس جس کے احکام جہاں تک ماننے کا حکم دیا ہے۔ وہیں تک مانتا ہے اور اللہ و رسول کے سوا کسی کو مطاع مطلق اور غیر مشروط طور پر فرمانروا نہیں مانتا اور چنگیزیت وفرعونیت کے آگے کبھی گردن نہیں جُھکاتا اور عقل وفہم ہوتے ہوئے کبھی لا یعقل چوپایوں کی طرح اپنے آپ کو کسی کے سپرد نہیں کرتا اِس لئے کہ وہ تو صرف ایک ہی واحدہٗ لاشریک اللہ کا بندہ اور فرمانبردار بن چکا ہے اور صرف اللہ ہی کے احکام بلا چون و چرا مانتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ و رسول ﷺ کے احکام کے خلاف اُس سے کسی حکم کی تعمیل چاہی جاتی ہے تو وہ فوراً انکار کرتا اور بیوی بچے، دوست احباب، قافلہ

سالار۔ سپہ سالار، طبیب اور عامل، سب کو پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتا۔ اس لئے کہ وہ اللہ کا فرمانبردار ہے، اور اللہ اُس سے ایسی ہی کامل فرمانبرداری چاہتا ہے اسی طرح نوعِ انسان میں کامل نظم اور پختہ نظام قائم ہوسکتا اور انسانی شرافت باقی رہ سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی کامل فرمانبرداری کی تھی اور اسی طرح ماسوا اللہ کی فرمانبرداری سے قطعاً انکار کر دیا تھا اور اِسی لئے اُن میں کامل ضبط و نظام تھا۔ اور اِسی لئے وہ دُنیا کے فاتح اور سب سے زیادہ بہادر اور جانفروش و بُلند حوصلہ اور ذکی و دانا قوم تھے اور اسی لئے اُن کو رضی اللہ عنھم و رضوا عنہٗ کا خطاب ملا۔

ایمان بالیوم الآخر

ایمانیات میں ایمان باللہ کے بعد دوسرا اہم عقیدہ روزِ جزا یا دارِ آخرت کا عقیدہ ہے جسکا تذکرہ اوپر بھی ہو چکا ہے، انسان دُنیا میں پیدا ہوتا بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے مدارج چند برسوں میں طے کر کے مر جاتا ہے۔ یہ محدود چندروزہ زندگی بسر کر لینے کے بعد اگر وہ بالکل معدوم ہو جاتا ہے، اور اِس دنیوی زندگی کے بعد اُس کے لئے کوئی مستقبل اور کوئی دوسرا جہان نہیں ہے۔ اور جو کچھ ہے اُسی زندگی کی راحت و اذیت ہے تو پھر انسان کو دوسرے حیوانات پر کوئی خصوصی فضیلت و برتری حاصل نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اِس دُنیوی زندگی میں اس مادی دُنیا کے اکثر سامانِ راحت و معیشت انسانوں سے بڑھ کر بعض حیوانوں کو حاصل ہو جاتے ہیں اور دُنیوی سامانِ معیشت کو اللہ تعالیٰ نے متاعِ قلیل کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اِس دُنیا کے ساز و سامان اور اس دنیوی زندگی کی راحت و آسائش کو متاعِ قلیل قرار دے کر وحی الٰہی نے انسان کی اصلی اور حقیقی راحت و آسائش کا مقام ایک دوسرا جہان بتایا ہے۔ اور قرآن مجید نے بار بار انسان کو اُسی دوسرے اُخروی جہان کی طرف متوجہ کیا اور اِس دُنیا کے سامان کو حقیر و بے توقیر بتایا ہے :-

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ﴾ (الحدید۔ ۲۰)

''یاد رکھو دُنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے اور زینت و سامانِ مفاخرت ہے، اور مال

واولاد کی کثرت ہے۔“

﴿مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ط وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ﴾ (الانعام۔ ۳۲)

”دُنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے صرف کھیل تماشا ہے جو متقی ہیں اُن کے لئے آخرت کا مقام بہتر ہے۔“

﴿مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى﴾ (النساء۔ ۷۷)

”دُنیا کا ساز و سامان تو حقیر ہے اور آخرت متقی کے لئے بہتر ہے۔“

تخلیق کائنات بے مقصد نہیں

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ دُنیا کی تمام چیزیں انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں اور انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ مذکورہ آیات میں دُنیوی زندگی اور سامان دُنیوی کو بے نتیجہ، بے حقیقت اور حقیر و بے توقیر بتایا گیا ہے، اِس سے لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوسکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام کارخانہ بے نتیجہ اور فضول بنایا ہے حالانکہ اللہ حکیم ہے اور اُس کا کوئی کام حق وحکمت سے خالی نہیں۔ لہٰذا اِس خدشہ کا بھی قرآن مجید نے جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ یومِ آخر پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو تو تمام خدشات دُور ہو جاتے ہیں۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (للدخان ۳۸،۳۹)

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے، کھیلتے ہوئے پیدا نہیں کیا ہم نے اُنہیں حق وحکمت کیساتھ ہی پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ اِس حقیقت کو جانتے نہیں۔

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ (الانبیاء۔ ۱۶،۱۷)

”اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل تماشا کرتے ہوئے نہیں بنایا۔ بلکہ کسی مصلحت و مقصد سے بنایا اگر ہمیں کھیل

تماشا بنانا منظور ہوتا تو ہم اپنی جانب سے ایسا ہی کارخانہ بناتے لیکن ہم ایسا کرنے والے نہ تھے۔"

مدعا یہ کہ اِس تمام کارخانہ عالم کی پیدائش کا مقصد انسانی ترقیات کے لئے سامان و اسباب بہم پہنچانا اور انسان کو اپنی منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے سفر طے کرانا ہے یہ سفر خود کوئی مقصد نہیں۔ جن لوگوں نے خود اِس دُنیا اور دُنیوی زندگی اور سامانِ دُنیا ہی کو اپنا مقصودِ حیات ٹھہرالیا اُنہوں نے یقیناً ایک لہو اور لعب کو اپنا مقصودِ حیات بنایا اور وہ سخت خسارے اور نقصان میں رہے۔

﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (آل عمران۔ ۱۹۱)

"جو عقل مند لوگ کسی حال میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حال میں اللہ کی یاد اُن کے اندر بسی ہوتی ہے اور جن کا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اُن پر حقیقت کا دروازہ کُھل جاتا ہے وہ پُکار اُٹھتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! یہ سب کچھ جو تو نے پیدا کیا ہے بلاشبہ بیکار و عبث پیدا نہیں کیا یقیناً تیری ذات اُس سے پاک ہے۔ کہ اُس سے فعلِ عبث صادر ہو۔ الٰہی ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے جو دوسری زندگی میں لامحالہ پیش آنیوالا ہے۔"

سمجھ دار اور غور وفکر سے کام لینے والے لوگوں پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ یہ کارخانہ عالم کسی اعلیٰ مقصد کے بغیر پیدا نہیں کیا گیا اور ان کو یقین آ جاتا ہے کہ انسان کی دنیوی زندگی کے بعد دوسری زندگی آنے والی ہے، اور اُس دوسری زندگی میں اِس زندگی کے کئے ہوئے کاموں کے نتائج پیش آنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت، یک جہانیوں اور متوکلین علی اللہ مومنوں دونوں کو بتایا:۔

﴿وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَاط مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ فَمَا اُوْتِيْتُمْ

مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَاللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (الشوریٰ۔ ۳۶،۳۵)

''ہماری آیتوں کے بارے میں جھگڑا کرنیوالوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے لئے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں تم کو جو کچھ چیزیں دی گئی ہیں وہ محض دُنیا کی زندگی کا سامان ہے اور جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ان کے لئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔''

آخرت دارالجزاء

دُنیا اور دُنیوی ساز وسامان کو بے حقیقی ظاہر فرما کر ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ جو شخص اِس دُنیا میں ایمان کے ساتھ اعمالِ نیک بجالائیگا وہ اِس دُنیا میں نیک نتائج دیکھے گا مگر اُس کو اُس کے اعمالِ نیک کا پورا پورا بدلہ دوسرے جہان میں ملے گا جو بہت ہی عظیم الشان ہوگا جس کے لئے یہ جہان ناکافی ہے۔ اُسی دوسرے جہان میں شرک و بدعملی کی پُوری پُوری سزا ملے گی۔ اگرچہ یہاں بھی اُس کے کسی قدر بدنتائج سامنے آجاتے ہیں لیکن اصل جزاوسزا کا مقام اور پُوری پُوری پاداش عمل اُس دوسرے ہی جہان سے متعلق ہے۔ یعنی انسان کی اصل منزل سعادت وشقاوت وہی دوسرا جہان ہے نہ یہ دُنیوی زندگی، یہ قرآن مجید کا تعلیم فرمودہ ایک ضروری عقیدہ ہے۔ جس کے بغیر ایمان نافع اور کامل نہیں ہوسکتا۔

﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ط وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ط اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ بِالْقِسْطِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ (یونس۔ ۴)

''اُسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اُسے لوٹاتا ہے تاکہ اُنہیں جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں انصاف کے ساتھ بدلہ دے اور جو کافر ہیں اُن کے لئے کھولتا ہوا پانی پینے کو اور دردناک عذاب ہوگا اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔''

﴿وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا﴾ (الحج۔ ۷)

''اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔''

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ (المومنون۔ ۱۱۵،۱۱۶)

''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہمارے پاس نہ آؤ گے اللہ بادشاہِ برحق فضول کام سے بَری ہے۔''

﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ (بنی اسرائیل۔ ۱۳،۱۴)

''اور ہم نے ہر آدمی کی بُرائی، بھلائی کو اس کے ساتھ لازم کر کیا اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے۔ یعنی ہر ایک کی تقدیر ہر ایک کے ساتھ ہے اور قیامت کے دن ہم اُس کا نامہ اعمال نکال کر اُس کے سامنے پیش کر دیں گے اور وہ اس کو اپنے سامنے کُھلا ہوا دیکھ لے گا اور ہم اُس سے کہیں گے کہ اپنا یہ اعمال نامہ پڑھ لے اور آج اپنا حساب لینے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔''

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ﴾ (الحجر۔ ۸۵)

''اور ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے یعنی یہ کہ قیامت ضرور آنے والی ہے۔''

منکرین قیامت

لیکن دُنیا میں ہمیشہ ایسے لوگ بھی موجود پائے گئے ہیں جو دارِ آخرت اور یوم الجزاء کے منکر اور مَر کر دوبارہ اُٹھنے کا یقین نہیں کرتے، قریباً ہر نبی کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا اور اُنھوں نے بعث بعدالموت کا یقین دلانے کے لئے دلائل پیش کئے اور اللہ تعالیٰ کے احکام سُنائے، منکرین قیامت کے اقوال بھی قرآن مجید نے بیان فرمائے ہیں۔

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ﴾ (النحل۔ ۳۸)

''اور اُنھوں نے اللہ کی قسمیں بڑے شدومد سے کھائیں کہ جو مر گئے اُن کو اللہ

نہیں اٹھائے گا۔"

ظاہر ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جو اللہ کے تو قائل تھے مگر قیامت اور دارِ آخرت کے منکر تھے اور اِس لئے کافر ہی تھے۔

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ﴾ (الجاثیہ۔ ٢٤)

"اور اُنھوں نے کہا کہ صرف یہ دُنیا ہی کی زندگی ہے ہم مرتے ہیں جیتے ہیں اور ہم کو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔"

﴿ءَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيْدٌ﴾ (ق۔١)

"کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے (تو پھر زندہ ہونگے) یہ واپسی تو بعید از قیاس ہے۔"

موجودہ دور کے مسلمان کا طرزِ عمل

قرآن مجید نے اِن سب منکرین قیامت کے نہایت مدلّل ومفصل جوابات بھی دیئے ہیں اور وہ قرآن مجید میں جابجا بکثرت موجود ہیں۔ لیکن اگر آج مسلمان کہلانے والوں کے اعمال و خیالات ومزعومات و اقوال کا بامعان نظر مطالعہ کیا جائے تو بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی نظر آئے گی جن کا ذکر سورۂ بقرہ کی اس آیت میں ہے کہ:-

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ (البقرہ: ٨)

"اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے لیکن وہ ماننے والے نہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ اِس قسم کے لوگوں نے آج کل قرآن مجید میں تحریف معنوی کی کوششیں بڑی چالاکی کے ساتھ علی الاعلان شروع کر دی ہیں اور اُن اعمال کو جو محض دُنیا طلبی اور سامانِ دُنیوی کی فراہمی اور خواہشات نفسانی کو تسکین دینے کے لئے کیے جائیں اور دارِ آخرت کے تصور سے خالی ہوں اعمال صالحہ ثابت کرنے اور مسلمانوں کے دل سے فکر عقبیٰ کو مٹانے میں

مصروف ہیں، اور عقیدہ و عمل کی کتاب و سُنّت کے معیار کے موافق اصلاح و درستی کو غیر ضروری قرار دے کر دُنیا پرستی اور دُنیا طلبی کو عملِ صالح بتا رہے ہیں اور قرآن مجید پر یہ اتہام باندھ رہے ہیں کہ اُس نے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ جو سب سے زیادہ دُنیا کا مالک اور سب سے زیادہ دنیا کا عاشق اور سب سے زیادہ دار آخرت سے غافل ہے وہی سب سے زیادہ اللہ کا صالح بندہ ہے، حالانکہ قرآنی تعلیم کے موافق ایمان کے بغیر عمل صالح کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

عقیدۂ دار آخرت کے ثمرات

عقیدۂ دار آخرت انسان کی نظر کو وسیع اور ہمّت کو بے حد بُلند کر دیتا ہے۔ ایمان بالیوم الآخر سے انسان میں مشکلات کے اندر پڑنے، مصائب برداشت کرنے اور حق کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کی آمادگی پیدا ہوتی ہے اور انسان حیرت انگیز طور پر بہادر بن جاتا ہے۔ روزِ جزا پر ایمان رکھنے والا کبھی مایوس نہیں ہو سکتا اور مَال و دولت و اعزہ و اقارب کی محبت اُس کے لئے حمایتِ حق کے کام میں ہرگز زنجیر پا نہیں ہو سکتی۔ اُس کو نہ مال کے نقصان سے خوف زُدہ بنایا جا سکتا ہے اور نہ جان کے جاتے رہنے سے ڈرایا جا سکتا ہے اِس لئے اُس کی منزلِ مقصود اور اُس کا محبوب سرمایہ دُنیا اور یہ دُنیوی زندگی نہیں ہے وہ دُنیا اور تمام دنیوی ساز و سامان کو اپنا اُخروی سرمایہ حاصل کرنے کے لئے خوشی سے قربان کرتا اور دُنیا کی کسی چیز اور دُنیوی زندگی کی کسی بڑی سے بڑی پُر راحت و پُر عیش حالت کو بھی حقارت ہی کی نظر سے دیکھتا اور اس جہان سے آگے گزر کر اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے اور اپنے دامنِ دل کو دُنیا کی بادشاہت، سرداری سپہ سالاری اور دولتمندی میں قطعاً نہیں اُلجھنے دیتا۔ لیکن وہ دُنیا اور دُنیا کی تمام چیزوں کو اپنا غلام و خدمت گار سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو میری خدمت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، لہٰذا اگر دُنیوی شان و شوکت اور دُنیوی ساز و سامان اُس کو ملتے ہیں تو وہ اُن سے ایک خادم کی طرح کام لیتا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور ان غلاموں اور خادموں کو اپنا مقصودِ اصلی اور محبوب حقیقی ہرگز نہیں بناتا بلکہ خادموں اور غلاموں ہی کے درجے میں رکھتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو طاقتور اور بادشاہ بنانے کی کوشش کرتا ہے تو صرف اس لئے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور مخلوق اللہ کو راحت پہنچا سکے ظالموں

کے دستِ ستم کو کوتاہ اور شیطانی طاقتوں کو تباہ کر سکے اس لئے نہیں کہ اپنے نفس کو راحت و تسکین پہنچائے اور فرمانروائی کے مزے اڑائے۔ وہ طاغوتی لشکروں کے مقابلے میں پہاڑ بن کر ڈٹ جاتا ہے۔ لیکن اِس لئے نہیں کہ اپنی بہادری و شجاعت کی دھاک بٹھا کر لوگوں کی تحسین و آفرین سے لذت یاب ہو۔ بلکہ محض اس لئے کہ اپنا فرض ادا کر کے اللہ کی رضا مندی اور دارِ آخرت میں سرخروئی حاصل کر سکے۔

مومن اور دُنیا پرست میں فرق

جو شخص یوم الجزا کا قائل نہ ہو اور اِس دُنیا اور دُنیوی زندگی ہی کو اپنا تمام و کمال سرمایہ سمجھتا ہو۔ اس میں نہ حقیقی شجاعت و بہادری پیدا ہو سکتی ہے نہ حقیقی ایثار و قربانی دکھا سکتا ہے اُس کی نظر اسی دُنیا تک محدود رہتی ہے اور اُس کی ہمت اِسی دُنیا کے عیش و راحت کو جنت اور اِس دُنیوی زندگی کی اذیت و مصیبت کو دوزخ قرار دے لیتی ہے۔ ارکان ایمان میں ایمان بالیوم الآخر بہت اہم اور ضروری چیز ہے اور تمام شریفانہ جذبات اور ترقیات کے ذرائع اِسی ایمان بالیوم الآخر سے پیدا ہوتے ہیں دُنیا میں ہمیشہ بہت سے لوگ ایسے موجود رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے جو زبان سے قیامت کے قائل لیکن دل سے قیامت کے منکر یا مشکک ہیں ایسے لوگوں کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے :-

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ﴾ (الشوریٰ۔ ۱۸)

''جو لوگ قیامت کے متعلق شک و شبہ رکھتے ہیں وہ یقیناً سخت گمراہی میں مبتلا ہیں۔''

طالب دنیا کا مطمح نظر

جو لوگ قیامت پر یقین نہیں رکھتے اُن کی تمام کوششیں دُنیوی اغراض ہی کے لئے وقف رہتی ہیں اور وہ صرف دُنیا ہی کے متاعِ قلیل کو حاصل کر سکتے ہیں اور اُن کے دل نُورِ ایمان سے بے بہرہ و تاریک اور اُن کے دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ

حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ﴾ (الشوریٰ۔ ۲۰)

"جو آخرت کی کھیتی کا خواہاں ہے ہم اُس کی کھیتی میں برکت پیدا کرتے ہیں اور جو دُنیا کی کھیتی کا خواہاں ہے ہم اُس کو یہیں دُنیا میں دے دیتے ہیں اور اُس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔"

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ (الکهف۔ ۱۰۵)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں اور قیامت کے دن اُس کے حضور حاضر ہونے کو نہ مانا اس لئے اُن کے اعمال اکارت ہوگئے ہم قیامت کے دن اُن کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔"

اِس دُنیا اور دُنیوی زندگی تک نگاہ کو محصور رکھنے والوں کے سامنے اگر اُن کی اِس دون ہمتی و تنگ نگاہی کے تمام و کمال نتائج فوراً سامنے آجائیں تو پردہ اُٹھ جائے اور دُنیا دار الابتلا نہ رہے اور ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ کی حقیقت ہی مجہول ہو جائے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نتائج اعمال کے مُرتب ہونے میں جلدی نہیں ہوتی۔

﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى﴾ (فاطر۔ ۴۵)

"اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کی بداعمالیوں کے سبب پکڑے تو زمین پر کوئی جاندار بھی نہ بچے مگر وہ ایک معین مُدت کے لئے اُن کو مہلت دیتا ہے۔"

قیامت کے دن منکرین قیامت کو اصل حقیقت بخوبی معلوم ہو جائے گی، اور ان سے کہا جائیگا:۔

﴿لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ (ق، ۲۲)

"تو تو اس سے غافل ہی رہا پس ہم نے تیرا پردہ اُٹھا دیا آج تیری نگاہ تیز ہے۔"

جو لوگ انسان کے مقصدِ حیات کو اِس دُنیا سے آگے یقین نہیں کرتے اور اپنی کوتاہ نظری و پست ہمتی کے سبب اسی دُنیوی ثروت و زیب و زینت پر ریجھے ہوئے ہیں اور عیسائی سلطنتوں کی دُنیوی شان و شوکت سے مرعوب ہو کر یورپ والوں کو جنتی لوگ اور بہشتی قوم اور یورپی ممالک کو بہشت بھی کہہ سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قرآن مجید کے اس مضمون کی آیتوں پر غور کرنے کا موقع کہاں میسر ہو سکتا ہے کہ:-

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ (طٰہٰ۔ ۱۳۱)

"اور یہ جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی آرائشیں دے رکھی ہیں اور اُن سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں تو تیری نگاہیں اس پر نہ جمیں یعنی تو اے مخاطب ان کو للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھو یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور جو کچھ تیرے رب کی بخشی ہوئی روزی ہے وہی تیرے لئے بہتر ہے اور باعتبار نتیجہ کے باقی رہنے والی۔"

زہرۃ کے معنی ہیں حسن۔ سفیدی۔ پھول کی سفید کلی۔ زہراء عورت کو کہتے ہیں۔ ازہر، کے معنی ہیں۔ چاند، سفید۔ روشن۔ زَهْرَةَ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا سے مراد دُنیوی زندگی کے لئے زیب و زینت کے سامان اور حسن و خوشنمائی کی چیزیں جس میں کوٹھیاں۔ بنگلے۔ موٹریں، سوٹ بوٹ۔ خوشنما وردیاں، اعلیٰ درجے کے خیمے، فرنیچر۔ میز۔ کرسیاں، خوش شکل و خوش لباس عورتیں۔ تفریح گاہیں۔ تھیٹر، سینما، ناچ گھر۔ ہارمونیم، فونوگراف، ریڈیو۔ توپوں اور فوجوں کی سلامیاں۔ مغرورانہ حکمرانیاں، فرعون سامانیاں۔ ریاکاریاں مکاریاں وغیرہ سب کچھ شامل ہے، قرآن مجید چونکہ اللہ کا کلام اور کامل ہدایت نامہ ہے، لہٰذا اُس میں ہر زمانہ کی حالت کے موافق سامان ہدایت موجود ہے نزول قرآن کے وقت اگرچہ ہراقلہ روم اور اکاسرۂ ایران نے عربوں کے مقابلے میں بہت کچھ زَهْرَةَ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فراہم کر رکھا اور اُس زمانے میں اُسی کی طرف نظر جا سکتی تھی۔ لیکن زَهْرَةَ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اپنی حد کمال کو پہنچا ہوا آج یورپ اور یورپ کی سفید فام اقوام کے قبضے میں ہے اور اُسی کی طرف بہت سے مُسلمان کہلانے والوں کی للچائی ہوئی نظریں اُٹھ رہی ہیں اور اُنہوں نے رزقِ رب یعنی قرآن مجید اور تعلیمِ الٰہی کو پسِ

پشت ڈال کر یا اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان دنیا داروں اور زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے پرستاروں کو انعمت علیھم اور خلقی قوم سمجھ لیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت کے مفہوم کو قرآن مجید نے ایک دوسری جگہ بھی بیان فرمایا ہے :-

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ﴾ (الحجر۔ ۸۷،۹۱)

"اور بلاشبہ ہم نے تمہیں دُہرائی جانے والی سات آیتوں کی سورت یعنی سورۂ فاتحہ عطاء فرمائی اور قرآن عظیم اور یہ جو ہم نے انمیں سے کئی قسم کے لوگوں کو زندگی کے سامانِ دے رکھے ہیں تو تم ان کو للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھو اور نہ ایسا ہو کہ اُن کی اس (دُنیا پرستی کی) حالت پر غم کھانے لگو تم مومنوں کی طرف ہمہ تن متوجہ رہو اور اعلان کردو کہ میں کُھلے طور پر گناہوں کے نتائج سے آگاہ کرنے والا ہوں ہم نے اسی طرح یہ قرآن تم پر نازل کیا ہے جس طرح قسمیں کھانے والوں پر اُتارا جنھوں نے قرآن (یعنی اپنی کتاب کو) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔"

اِس آیت میں ﴿لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ کی تفسیر اور آیت کا پورا مفہوم سُورۂ کہف کی اس آیت سے جو عیسائیوں ہی کے تذکرے میں بیان ہوئی ہے، بخوبی ذہن نشین ہوتا ہے کہ :-

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (کھف ۔ ۶،۷)

"اے رسول ﷺ اگر (یہ عیسائی لوگ) اس (سچی) بات کو نہ مانیں تو کیا تو اُن کے پیچھے رنج کے بارے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا (یہ ماننے والے نہیں ہم نے) اُن چیزوں کو جو زمین پر ہیں زمین کی زینت کا سامان بنایا ہے تا کہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ کون ان میں بہترین عمل کرنیوالا ہے۔"

﴿جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ﴾ کا مطلب بھی یہ ہے کہ اہل کتاب (یہودی وعیسائی) لوگوں نے اپنی کتاب کے کچھ حصوں کو قابل عمل اور کچھ حصّوں کو ناقابل عمل قرار دیا۔ اور کچھ حصّوں کو چھپایا اور کچھ حصوں کو ظاہر کیا یا یہ کہ اس قرآن مجید کی بعض آیتوں اور بعض صداقتوں کو تسلیم کیا اور بعض کا انکار کیا۔ آج بھی یورپ والوں کو دیکھ لو کہ قرآن مجید کی (جو اس دُنیوی زندگی کے متعلق بھی صحیح اور پختہ اصولِ تعلیم فرماتا ہے) بہت سی باتوں پر عمل کر کے اُن کے نتائج سے متمتع ہیں۔ لیکن اس کی بہت سی اصولی تعلیمات کا انکار کرتے اور اللہ و قیامت و رسالت وغیرہ کے منکر ہیں۔ اور اسی لئے اُن کے تمام اعمال اور اُن کے تمام ساز وسامان روحانیت سے خالی اور سمیّت سے پُر ہیں اور اُن کو للچائی نظروں سے وہی شخص دیکھ سکتا ہے، جس کا نصب العین یہی دُنیا اور دُنیوی زندگی ہو۔ لیکن جس کا نصب العین اُخروی زندگی اور رضائے الٰہی ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کے لئے کرتا ہے اور اِس ارشادِ الٰہی کو پیش نظر رکھتا ہے کہ :-

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾

(الکهف ـ ۲۸)

''اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں اور اُس کی محبت میں سرشار ہیں تو انہیں کی محبت میں اپنے دل کو قانع رکھ اور اپنی توجہ اُن کی طرف سے ہٹا کر، اور طرف نہ پھیر کہ دُنیوی زندگی کی زیبائش کا خواہشمند بن جائے اور اس شخص کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔''

کتاب اللہ سے مسلمانوں کا سلوک

کتاب الٰہی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور اپنی نفسانی خواہش اور ذلیل مقصد کے لئے کتاب الٰہی کے بعض حصوں کو بطور ثبوت پیش کر دینا اور بعض حصّوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لینا اور اس طرح کتاب الٰہی کی اصل تعلیم کو مستور و محجوب و مجروح کر دینا اہل کتاب مشرکوں کا کام ہے جن کو مخاطب کر کے قرآن مجید فرماتا ہے :-

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (البقرہ۔ ۸۵)

''کیا تم کتاب الٰہی کے ایک حصہ کو مانتے اور ایک حصہ کا انکار کرتے ہو (کتاب الٰہی کو مانتے بھی ہو اور نہیں بھی مانتے)۔''

مسلمانوں کی ذلت و مغلوبیت اور نحوست و رسوائی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ وہ قرآن مجید کی طرف سے بے پروا اور غافل ہو گئے اور اُن کی نظر میں قرآن مجید کی اتنی بھی وقعت و عظمت باقی نہیں رہی جتنی کسی خودساختہ لیڈر کے ہفوات کی۔ نہ اُن کے لیڈروں کو یہ توفیق کہ وہ قرآن مجید کی رہبری میں خود چلیں اور لوگوں کو چلائیں اور نہ لوگوں کو اس کا خیال کہ وہ اپنے رہبروں سے ہدایتِ قرآنی کا مطالبہ کریں۔ آیاتِ قرآنی کی تلاوت کو مجلسوں کے پروگرام کی زینت بنالینا کافی سمجھ لیا گیا ہے اور قرآنی آیتوں کے مطلب کو توڑ مروڑ کر بیان کردینے کا نام قرآن دانی و قرآن فہمی رکھا گیا ہے اور اسی طرح مسلمان کہلانے والے گمراہوں کے لئے اور بھی زیادہ سامانِ گمراہی فراہم ہو جاتا ہے، خلاصہ یہ کہ قرآن کی طرف سے مسلمانوں نے مُنہ پھیر لیا ہے۔

﴿يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ (الفرقان: ۲۵۔ ۳۰)

الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا

مُسلم نُما دنیا پرستوں کے کارنامے

جب سے نسلِ انسانی زمین پر آباد ہوئی اُسی وقت سے دو طاقتیں برابر مصروفِ جنگ ہیں ایک حق کی طاقت ہے اور دوسری باطل کی اِن دونوں کو نُور و ظلمت یا ہدایت و گمراہی بھی کہا جا سکتا ہے، یہ حق و باطل یا نُور و ظلمت کی جنگ برابر جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اس جنگ عظیم میں حصہ لینے والے سپہ سالار تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ مگر جنگ کا سلسلہ ختم نہیں ہو سکتا حق ایک ہی حالت میں ہے اور ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہے گا اُس کی حفاظت و قیام کے لئے آدم علیہ السّلام سے لے کر آنحضرت محمد ﷺ تک انبیاء علیہم السلام مبعوث اور ان انبیاء کے جانشین پیدا ہوتے رہے، ایران، ہندوستان، چین، عرب اور مصر وغیرہ کوئی ملک اور کوئی گروہ نسلِ انسانی کا ایسا نہیں گزرا۔ جس میں حق کے حامی، حق کے قائم کرنے والے اور حق کی فوجوں کے سپہ سالار یعنی انبیاء علیہم السّلام مبعوث نہ ہوئے ہوں۔

سب کا ایک ہی مقصد اور سب کا ایک ہی کام تھا یعنی نسلِ انسانی کو صرف اللہ کا بندہ۔ اللہ کا غلام اور اللہ کا فرمانبردار بنا کر سب کی بندگی، سب کی غلامی اور سب کی فرمانبرداری سے آزاد کر دیا جائے۔ باطل اِس کے خلاف ہمیشہ انسان کو اللہ سے جُدا اور غیر اللہ کا غلام بنانے کی کوشش میں انواع و اقسام کے روپ بدلتا اور طرح طرح کے فریبوں سے کام لیتا رہا ہے، ابراہیمؑ و نمرود اور موسیٰؑ و فرعون کی معرکہ آرائی حق و باطل کی معرکہ آرائی تھی عاد و ثمود اور ہودؑ و صالحؑ کا ہنگامہ بھی حق و باطل ہی کا ہنگامہ تھا، ابوجہل اور مکہ کے بُت پرست اگر باطل کے اہلکار تھے تو آنحضرت ﷺ حق کے سردارِ اعظم تھے۔ غرض یہ حق و باطل کی کشمکش دُنیا میں ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گی۔

باطل کی سازشیں پہلی صدی میں

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جب باطل میدان جنگ میں اپنی تیر و تلوار کی طاقتیں استعمال کر کے حق کے مقابلے میں شکست فاش کھا چکا تو اس نے فریب کے ہتھیار سے کام لینا شروع کیا اور عبداللہ بن اُبَیّ کے بروز ثانی عبداللہ بن سبا صنعانی یہودی نے اسلامی جامہ پہن کر بنی اُمیہ اور بنی ہاشم کی خاندانی عداوت و عصبیت کو جو دین حق کے اثر سے مُردہ ہو چکی تھی پھر زندہ کرنے کی کوششیں کی لیکن جب مدینہ منورہ میں اُس کی دال نہ گلی تو بصرہ و کوفہ و دمشق و قاہرہ پہنچ کر اُن نومسلموں کو جن کی نظر کتاب الٰہی کی طرف پُورے طور پر مبذول نہ ہوئی تھی متاثر کر کے فساد کا دروازہ کھول دیا اور ۳۰ھ سے ۴۰ھ تک عالم اسلام کو مبتلائے مصائب رکھا آخر حضرت امام حسن علیہ السّلام نے اس فتنہ کا خاتمہ کیا۔

چند ہی روز بعد مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی نے ہمدردیِ اسلام کا جامہ پہن کر اور شہادت امام حسین علیہ السّلام کے تذکرے کو آلۂ کار بنا کر مُسلمانوں کو فریب دیا۔ علویوں کو حکومت دلانے کا ارادہ ظاہر کر کے ایک معقول گروہ اپنے گرد جمع کر لیا اِس طرح کوفہ کی چھاؤنی میں جہاں جاہلوں کی کثرت تھی۔ حکومت و اقتدار حاصِل کرنے کے بعد بتدریج لوگوں کو مشرک بنانا شروع کر دیا۔ مسجد میں ایک کرسی مُرصع صندوق کے اندر رکھی گئی اور ہر نماز کے بعد اُس صندوق کو بوسہ دینا لازمی قرار دیا۔ جب حماقت مآب لوگوں نے اِس کو قبول کر

لیا تو پھر بتدریج الہام و وحی اور نبوت کا مدعی بن کر اُن کو گمراہ و بے دین بنایا۔ آخر ۱۴ رمضان المبارک ۶۷ھ کو حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مختار کو شکست دے کر قتل کیا اور اِس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔

دوسری صدی کی سازشیں

پہلی صدی ہجری کے ختم اور دوسری صدی ہجری کے شروع ہونے پر بنی اُمیہ کی قائم شدہ عظیم الشان سلطنت کے مٹانے اور برباد کرنے کے لئے سازشی کاروائیاں شروع ہوئیں۔ محمد بن علی عباسی نے عراق و فارس و ایران و خراسان و سندھ وغیرہ مشرقی علاقوں میں اپنے منادوں کو تعلیم دے دے کر اور اُن سے حلف اور معاہدے لے لے کر خفیہ طور پر مبلغین مذہب کی شکل میں بھیجنا شروع کیا اور ان مبلغین نے ناواقف و جاہل مسلمانوں اور مجوسی النسل نومُسلموں کو جو تعلیماتِ قرآنیہ سے کما حقہٗ واقف نہ تھے حقیقتِ اسلام کے خلاف خود ساختہ عقائد و اعمال کی تعلیم اِسلام کے نام سے دینی شروع کی۔ اشخاص پرستی کے ملعون جذبہ کو بیدار کر کے اور حلف لے لے کر جانبازوں کی جماعتیں تیار کرنی شروع کر دیں، چنانچہ محمد بن علی کی امارت و امامت کے لئے خفیہ طور پر جانبازوں کے جتھے جابجا تیار ہو گئے ان منادوں میں سے حرث بن شریح ازدی نے ۱۱۶ھ میں سب سے پہلے خراسان کے شہر فاریاب میں چار ہزار جانبازوں کی جماعت کے ساتھ خلافتِ بنو اُمیہ کے خلاف خروج کیا۔ اور نصر بن سیار حاکم بلخ کو شکست دے کر بلخ پر قابض ہو گیا اِس کے ساتھ ہی جرجان و مرو وغیرہ کے منادوں نے بھی اپنے اپنے جانبازوں کی جماعتوں کے ساتھ خروج کیا اور تمام خراسان فتنہ و فساد کا گھوارہ بن گیا اور وتین سال تک یہ فتنہ برپا رہا۔ اس فتنہ کو عاصم بن عبداللہ حاکم مرو کی کوشش سے فرد ہوئے کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ۱۲۲ھ میں زید بن علی نے اپنی مخفی طور پر تیار کی ہوئی جماعت کو لے کر کوفہ میں خروج کیا۔ لیکن گورنر کوفہ سے جب مقابلہ ہوا تو زید بن علی کے اکثر جانباز ڈر کر اپنے اپنے گھروں میں جا بیٹھے اور زید بن علی مقتول ہوئے محمد بن علی جن کی قیام گاہ شام کا مقام حمیمہ تھا۔ سلطنت بنو اُمیہ کی بربادی کے انتظام کو بڑی ہوشیاری سے چلا رہے تھے، جب کوئی منادیا نقیب حکومت وقت کے مقابلے میں مارا جاتا تو محمد بن علی کی طرف سے دوسرے نقیبوں کے پاس پیام پہنچتا کہ اللہ کا شکر ادا کرو کہ کوششیں کامیاب ہو

رہی ہیں اور اب اپنی موت کے منتظر رہو۔ ان پیاموں کا خاطر خواہ اثر ہوتا۔ آخر راز فاش ہوا اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے محمد بن علی کو گرفتار کرا کر مقید و نظر بند کر دیا ۱۲۴ھ میں محمد بن علی کا انتقال ہوا اور محمد بن علی کا بیٹا ابراہیم بن محمد اِس خفیہ جماعت کا امیر تسلیم کیا گیا۔ ۱۲۵ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا۔ ایک نہایت چالاک و ہوشیار ایرانی النسل نوجوان ابومسلم نامی جو اپنے آپ کو گودرز کیانی کی اولاد بتاتا تھا امام ابراہیم کے ہاتھ لگ گیا اُس کو تمام نقیبوں اور منادوں کا افسر بنایا گیا، ابومسلم نے بنواُمیّہ کی حکومت کا تختہ اُلٹ دینے میں سب سے زیادہ کام کیا اور ۱۳۲ھ میں یہ انقلاب عظیم واقع ہوا جس کے بعد مُسلمانوں کی ایک عظیم الشان خلافت کئی حصوں میں تقسیم ہو کر پارہ پارہ ہونی شروع ہوئی یہ کوشش اور سازش جن لوگوں نے کی وہ مسلمان ہی تھے۔ لیکن خواہشاتِ نفسانی اور عصبیت خاندانی کے جذبہ سے مغلوب اور تعلیمِ قرآنی کی طرف سے غافل ہو گئے تھے۔

نبوت کے جھوٹے دعویدار

اسی دوسری صدی ہجری میں اقصائے مغرب (بربر) کے علاقے میں صالح بن طریف نامی ایک شخص نے وہاں کے غیر مہذب و غیر تعلیم یافتہ مُسلمان قبائل میں اپنی امارت و نمبرداری قائم کرنے کے لیے طرح طرح کی بدعقیدگیاں پھیلائیں اور نبوت کا مدعی ہوا نماز کے طریقہ کو بدلا۔ رمضان کے عوض رجب کے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیا، غسل جنابت کو ممنوع قرار دیا۔ لوگ اُس کے اس قدر معتقد ہوئے کہ وہ جس کی ہتھیلی پر تھوک دیتا وہ اُس کو چاٹ لیتا تھا۔ اُس نے اپنی دینی و دنیوی دونوں قسم کی حکومت قائم کی۔ اور عرصہ دراز تک اسی حالت میں رہا۔

اسحاق اخرس مغربی نے جو انتہا درجے کا چالاک و عیار شخص تھا، اصفہان میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزارہا مُسلمانوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوا۔

۱۵۰ھ میں استاجیس یا افراسیاب نامی ایک شخص نے خراسان میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اور تین لاکھ کے قریب مُسلمان اُس کے مرید ہو گئے۔ ہرات، بادغیس اور سیستان کے لوگ اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور اُس نے خراسان کے ایک بڑے حصے پر اپنی حکومت

قائم کر لی اور منصور عباسی خلیفہ بغداد کی فوجوں کو کئی مرتبہ شکست دی ایک میدان جنگ میں استاجیس کے ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر بڑی مشکل سے اِس فتنہ کا خاتمہ ہوا۔

خلیفہ مہدی عباسی کا عہدِ حکومت تھا کہ ۱۵۹ھ میں حکیم مُقنّع نے جو بڑا ہوشیار و چالاک شخص تھا۔ خراسان میں خروج کیا اور مذہبی رہنمائی اور رسالت کا مُدعی بن کر لوگوں کو اپنا گرویدہ و معتقد بنالیا اور پھر چند شعبدے دکھا کر خدائی کا دعویٰ کیا اور عباسی خلیفہ کی فوجوں کو بار بار شکست دی آخر قلعہ بسام میں ۳۲ ہزار آدمیوں کے ساتھ محصور ہوا جب محاصرین نے زیادہ زور ڈالا تو تیس ہزار آدمی محاصرین سے امان طلب کر کے نکل آئے اور دو ہزار مُقنّع کے ساتھ قلعہ میں رہ گئے آخر مقنع نے مجبور ہو کر خودکشی کی اور قلعہ مفتوح ہوا۔

تیسری صدی اور باطنی فرقہ

دوسری صدی ہجری کے خاتمہ اور تیسری صدی ہجری کے آغاز میں عبداللہ بن میمون اہوازی نے ایک جدید باطنی فرقہ کی تاسیس وتبلیغ کی اور اسلام کے روشن چہرے کو الحاد و زندقہ کی آمیزش سے مکدّر کرنا چاہا اِسکے معاونین وحوارین میں خلف نامی ایک چالاک شخص نے خوب سرگرمی دکھائی۔ خلف کے بیٹے احمد نے بھی باپ کی قائم مقامی کی ایک دوسرے شخص غیاث نامی نے باطنی مسلک کے اُصول میں ایک کتاب البیان کے نام سے مرتب کی اور اسلام کے ارکان اور عقائد ایمانی کی عجیب وغریب توجیہات کیں باطنی فرقہ کے لوگ کہتے تھے کہ اِسلام وہی ہے جو ہم نے سمجھا ہے اور مولویوں کا مذہب غلط ہے، وہ کہتے تھے قرآن کو صرف ہم نے سمجھا ہے، اور کسی نے نہیں سمجھا۔ اُس زمانے کے علماء سے ان لوگوں نے مناظروں اور مباحثوں میں ہمیشہ شکست کھائی مگر ان کی مقبولیت ترقی ہی کرتی گئی۔ اور جہلاء اِس میں اِس لئے جوق درجوق شامل ہوتے گئے کہ اِس میں تکالیف شرعیہ بہت کچھ اُٹھا دی گئی تھیں وہ کہتے تھے کہ آیات قرآنی کے ظاہر الفاظ پر عمل کرنا حرام ہے اور اُن کے بطون پر عمل کرنا فرض ہے۔ الفاظ قرآنی کے معانی ومفہوم کو بگاڑ کر ہر آیت کی اُنہوں نے ایسی تاویل کی تھی کہ اِسلام کی حقیقت ہی کو مسخ کر دیا تھا یہ لوگ جزا وسزا اور قیامت کے منکر تھے اور اس دُنیوی زندگی کے سازوسامان اور دنیوی کامیابی ہی کو مقصودِ حقیقی سمجھتے تھے۔ اُن کا

عقیدہ تھا کہ قرآن کا ایک ظاہر ہے جو تنزیل کہلاتا ہے اور ایک باطن ہے جو تاویل کہلاتا ہے قرآن کا ظاہر جو لغت سے مفہوم ہوتا ہے ناقابل عمل اور فضول ہے، اعتقاد و عمل کے قابل قرآن کا باطن ہے اور باطن وہ ہے جو امیر یا امام معصوم کی تعلیم سے معلوم ہوسکتا ہے وہ کہتے تھے کہ نماز جس کا حکم دیا گیا ہے امام یا امیر کی اطاعت ہے۔ روزہ کا باطن یہ ہے کہ اپنے مسلک وعقیدہ اور اپنے امیر کے راز کو چھپا کر رکھا جائے اور غیروں پر ظاہر نہ کیا جائے۔ حج کا باطن امامِ وقت کی زیارت کے لئے حاضر ہونا ہے۔ جنت سے مراد جسمانی راحت اور دوزخ سے مراد جسمانی اذیت۔ اذان سے مراد لوگوں کو اپنے امیر کی اطاعت پر ترغیب دینا ملائکہ اپنے فرقہ کے مبلغین کو کہتے تھے اور شیاطین اصل شریعت پر عمل کرنے والوں کا نام رکھا تھا۔ اپنے فرقے کے امام کا راز ظاہر کرنا زنا اور نادانستگی میں بھید کا کھول دینا احتلام تھا۔ باطنی لوگوں کا قول تھا کہ ظاہر پوست ہے اور باطن مغز ہم پوست کو پھینک دیتے اور مغز کو لے لیتے ہیں ہمارا مذہب صحیح اور مولوی کا مذہب غلط ہے۔ اُن کو بعث بعدالموت اور یوم الجزا کا انکار اور تناسخ کا اقرار تھا۔ وہ کہتے تھے مولویوں نے لوگوں کو خواہ مخواہ نماز روزہ و حج و زکوٰۃ کے کاموں میں مبتلا کر کے فضول پابندیاں قائم کر رکھی ہیں اور مولویوں کا مذہب غلط ہے۔ اُن کی تبلیغ کا اُصول یہ تھا کہ کسی سے مذہبی عقائد کے متعلق قطعاً بحث نہ کی جائے۔ مبلغین کو تاکید تھی کہ کسی عالم سے ہرگز معقولی گفتگو نہ کی جائے، اور جس شخص کو تبلیغ کی جائے پہلے یہ جانچ لیا جائے کہ اس پر کس قسم کی باتوں کا اثر ہوسکتا ہے اسی قسم کی باتیں کی جائیں۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب حتیٰ کہ سندھ اور ملتان اور ہندوستان کے ہندوؤں تک کو بھی وہ انہیں کے حسب حال تبلیغ کر کے اپنے مسلک میں شامل کر لیتے تھے۔ لیکن سمجھدار اور ذی علم لوگوں کو عموماً مخاطب نہیں کرتے تھے۔ سُنّیوں کے سامنے خلفائے راشدین اور شیعوں کے سامنے ائمہ اہل بیت کی تعریف کرتے اور آوارہ مزاج لوگوں کے سامنے نماز و روزہ کی تحقیر کرتے اور کہتے تھے کہ مولوی کا مذہب غلط ہے، ان لوگوں کے عقائد و اعمال کی مفصل روئداد بہت طویل ہے یہاں اسی قدر کافی ہے۔

عبداللہ بن میمون مذکور کے معاصر بابک خورمی نے جو اپنے استاد جاویذان نامی کے مجوزہ مسلک کا امام بن گیا تھا۔ صوبۂ فارس کے شمال اور آذربائیجان کی سرحد کے قریب ۲۰۱ھ

میں شاہی فوجوں کا مقابلہ شروع کر دیا اور آذر بائیجان کے علماء سے مباحثے کیئے۔ اکیس سال تک بابک خورمی نے شاہی فوجوں کے مقابلے میں خود مختاری کا علَم بلند رکھا۔ اِس کے مسلک میں قتل وخونریزی اور زنا کوئی جرم نہ تھے۔ ۲۲۳ھ میں بابک خورمی گرفتار ہو کر سامرہ آیا اور قتل ہوا۔ اُس نے آذر بائیجان میں ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔

چند گمراہ فرقے

اِسی صدی کے بہت سے گمراہ فرقوں میں ایک فرقہ منصوریہ بھی تھا۔ جس کا بانی ابومنصور عجلی تھا اس فرقہ کا عقیدہ تھا کہ جو شخص ایسے چالیس آدمیوں کو قتل کر ڈالے جو عقائد میں ہمارے مخالف ہوں تو وہ شخص جنّتی ہے۔ اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ لوگوں کے مال پر قبضہ کر لینا جائز ہے اُن کے عقیدہ میں آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک رسول پیدا ہوتے رہیں گے۔

ایک فرقہ خطابیہ پیدا ہوا جو محمد بن مقلاس المعروف بہ ابو خطاب کی طرف منسوب ہے اُس کا عقیدہ تھا کہ ہر اُمّت کے لئے دو رسول ہوتے ہیں ایک ناطق دوسرا صامت۔ آنحضرت ﷺ رسول ناطق ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول صامت۔ امام جعفر صادق کو بھی یہ لوگ نبی مانتے تھے اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ اپنے ہم خیال لوگوں کی بھلائی کے لئے جھوٹی گواہی دینا جائز ہے۔

قرامطہ کی گمراہ کاریاں

تیسری صدی کے گمراہ فرقوں میں سب سے زیادہ مشہور قرامطہ کا فرقہ ہے جس کا بانی حمدان عرف قرمط نامی ایک شخص تھا وہ محمد بن حنفیہ کو رسول کہتا تھا۔ صرف دو نمازیں طلوع و غروب کے وقت کی دو دو رکعت مقرر کر کے باقی نمازوں کو ترک کر دیا۔ سال بھر میں صرف دو روزے کافی سمجھے گئے۔ حلال وحرام کی امتیاز اُڑا دی۔ اس گروہ کے عقائد میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جو شخص قرمطی مذہب کا مخالف ہو اُس کا قتل کر دینا واجب ہے، نیز اُن کا عقیدہ تھا کہ اپنے امیر کے حکم کی خلاف ورزی کسی حالت میں جائز نہیں، چاہے وہ کتاب وسُنّت کے

خلاف ہی کیوں نہ ہو امیر کی زبان سے جو حکم نکلے وہ قرآن مجید کے حکم کو منسوخ کر سکتا ہے۔ اس فرقہ نے تیسری صدی ہجری کے آخر میں قوت پا کر بڑے بڑے مظالم مسلمانوں پر کیے ۔چوتھی صدی کے ابتداء میں اِس گروہ نے حج بند کر دیا۔ خاص حج بیت اللہ کے ایام میں خانہ کعبہ میں جا کر ۳۱۸ھ میں حاجیوں کا قتل عام کیا۔ اُن کے سردار ابو طاہر قرمطی نے گرز مار کر سنگ اسود کو توڑ دیا۔ حاجیوں کی لاشوں سے چاہ زمزم کو پُر کیا اور سنگ اسود کو دیوار کعبہ سے جُدا کر کے اپنے دارالحکومت ہجر (علاقہ بحرین) میں لے آیا جو عرصہ دراز کے بعد پھر خانۂ کعبہ میں لے جا کر نصب کیا گیا۔

انہیں قرامطہ کے معاصر ایک مجہول النسب عبید اللہ نامی نے ملک مغرب میں فاطمی ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے آپ کو مہدیٔ موعود بتایا اور بربر قوم کے جہلا کی حمایت و تائید سے وہاں اُس کی حکومت قائم ہو سکی، پھر اسی عبیدی خاندان نے جو فاطیمین کے نام سے مشہور ہے۔ مصر پر قبضہ کیا اور اپنے ملحدانہ و زندیقانہ عقائد و اعمال کو طاقت کے زور سے پھیلانا چاہا ہزار ہا علماء و صلحا کو دین اسلام کی خدمت و اشاعت کے جُرم میں شہید کیا یہ لوگ خلفائے راشدین اور عموماً تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو مرتد قرار دے کر اُن کی شان میں دشنام دہی کرتے اور جس کی زبان سے مدح صحابہؓ نکلتی اُس کو بلا دریغ قتل کر دیتے تھے۔ اِن لوگوں کا عقیدہ تھا کہ امیر یا امام تخت امارت و امامت پر قدم رکھتے ہی گناہوں سے پاک اور معصوم ہو جاتا ہے، عبیدیوں کا عقیدہ تھا کہ امیر یا امام کا ہر ایک حکم قابلِ اتباع ہے چاہے وہ کتنا ہی نامناسب و نامعقول اور مخالفِ قرآن کیوں نہ ہو۔ اُن کے عقیدے میں امامِ خدائی طاقتوں کا مالک اور اللہ اُس کے جسم میں حلول کیے ہوئے ہوتا تھا۔ عبیدیوں نے اپنے حدودِ حکومت میں نماز تراویح کو حکماً منسوخ قرار دیا تھا۔ نہ صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بلکہ انبیاء علیہم السّلام کو بھی گالیاں دیتے تھے۔

چوتھی صدی

اسی چوتھی صدی میں مضافات واسطہ کے رہنے والے ایک شخص محمد بن علی نے بغداد میں آ کر ایک جدید مسلک کی اشاعت کی اپنے آپ کو مظہر اللہ بتایا۔ وہ کہتا تھا کہ آنحضور

علیہ السلام کی شریعت اُسی زمانے کے عربوں کے لیے تھی اب اُس شریعت پر عمل نہیں ہونا چاہیے اُس نے حرام و حلال کی قیود سب اُٹھا دی تھیں اور تعجب ہے کہ اس کے حلقہ ارادت میں بھی ہزار ہا مسلمان کہلانے والے جاہل داخل ہو گئے تھے۔

پانچویں صدی اور حسن بن صباح کا باطنی فتنہ

پانچویں صدی ہجری میں حسن بن صباح نے ایک نہایت خطرناک جماعت تیار کی حسن بن صباح جو نظام الملک طوسی وزیر اعظم دولتِ سلجوقیہ کی سفارش سے دربارِ سلجوقیہ کا ایک معتبر رُکن بن گیا تھا اور وہاں سے اپنی محسن کشی کے سبب ذلت کے ساتھ نکالا گیا تھا مصر پہنچ کر عبیدیوں کے دربار میں رسوخ حاصل کیا۔ مصر سے واپس آ کر اصفہان میں قیام کیا۔ اور مذکورہ باطنی فرقے کے لوگوں میں رسوخ حاصل کر کے ان کو اپنے ساتھ ملایا اور پہاڑی جاہل علاقوں میں اپنے منادو داعی پھیلا دیئے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اُس نے قہستان کے قلعہ الموت پر قبضہ کر کے اردگرد کے علاقوں اور قلعوں پر قبضہ حاصل کر لیا اور اپنے جانبازوں کی فوج کو ترقی دے کر ستر ہزار تک پہنچا دیا۔ اُس نے قلعہ الموت کے قریب ایک دلکشا مقام پر باغ لگایا باغ میں نہریں اور خوبصورت ایوان و قصور تعمیر کرائے نوجوان اور حسین و جمیل عورتیں وہاں لا کر رکھی گئیں اِس باغ کا نام جنت رکھا۔ پہاڑی علاقوں کے تندرست و تنومند نوجوانوں کو اوّل اپنے اصولوں کی تعلیم دی جاتی جب کوئی نوجوان شایستہ ہو جاتا تو اُس سے کہتا تھا کہ میں تجھ کو جنت کی سیر کراتا ہوں جو میرے حکم کی تعمیل میں جان دینے کے بعد مستقل طور پر تجھ کو مل جائے گی چنانچہ اُس کو بھنگ کا ایک پیالہ پلا کر بیہوش کر دیتا اور اس بیہوشی کی حالت میں اُسے اپنی جنت میں پہنچا دیتا وہاں اس کو ہوش آتا تو وہاں کے لطف اور مزے دیکھ کر از خود رفتہ ہو جاتا چند روز مزے اڑانے کے بعد پھر بھنگ کا پیالہ پلوا کر اور بیہوش کروا کر باہر نکلوا لیتا۔ اِس طرح یہ لوگ ہمہ اوقات اپنے امیر کے حکم کی تعمیل میں جان دینے اور جان دے کر جنت میں پہنچنے کی آرزو میں مستغرق رہتے اور بلاچون و چرا حکم کی تعمیل کرتے۔ حسن بن صباح کی جماعت کا عقیدہ تھا کہ اگر ہمارا امیر یا امام ایسی چیزوں کو جنہیں شریعت اسلام اور قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہے مباح قرار دیدے تو ہم اپنے امیر کے حکم پر عمل کریں گے اور شروع کے منصوص حکم کا کچھ لحاظ نہ کریں گے۔ حسن بن صباح نے اپنی جماعت کے لوگوں کے تین

درجے رکھے تھے ایک داعی۔ دوسرے رفیق۔ تیسرے فدائی یا جانباز۔ داعی وہ لوگ تھے جو دُنیا کے مختلف ممالک میں حسن بن صباح کے اُصولوں کی اشاعت نہایت چالاکی و ہوشیاری سے کرتے رہتے اور ہر سرکاروں دربار میں پہنچ کر جاسوسی کی خدمات بھی انجام دیتے تھے۔ رفیق وہ تھے جو حسن بن صباح کے پاس رہتے اور ضرورت کے وقت میدانِ جنگ میں نکل کو فوجوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ جانباز یا فدائی وہ جاہل اور گنوار لوگ ہوتے تھے جو مذکورہ جنت میں پہنچنے کے لئے جان دینے پر ہمہ اوقات مستعد رہتے اور لوگوں کو قتل کرنے کے لئے اپنی جان پر کھیل کر ہر خطرناک سے خطرناک مقام پر پہنچ جاتے تھے۔ حسن بن صباح کی قائم کردہ اس جماعت نے دوسو سال تک عالمِ اسلام کو پریشان رکھا اور مسلمانوں کے ہزار ہا علماء وصلحاء وامراء ووزراء وسلاطین اِن کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔

باطل کے کارگر حربے

اِس داستان کو زیادہ طول دینے اور آج تک کے تمام فِرق باطلہ کی مکمل فہرست پیش کرنے کی ضرورت نہیں انہیں مذکورہ چند فرقوں کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے اور اس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ باطل ہمیشہ حق کے مقابلے میں مختلف سوراخوں سے منہ نکالتا رہتا ہے اور اُس کے ہتھیاروں اور سامانوں میں سب سے زیادہ کارگر حربہ فریب اور دھوکا ہے جو شیطان نے آدمؑ کو دیا تھا۔ یعنی احکام الٰہی کی طرف سے غافل و بے پروا بنا کر اپنے پیچھے چلانا اور اُس کے سامانوں میں سب سے زیادہ کارآمد سامان وہی نسیان وفریب خوردگی ہے جو آدم میں شیطان کو مل گیا تھا۔

﴿یٰا بَنِیْٓ اٰدَمَ لَایَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ط اِنَّهٗ یَرٰکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰاطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف۔ ۲۷)

''اے آدم کے فرزندو! کہیں شیطان اسی طرح تم کو بہکائے جس طرح اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوادیا ان سے اُن کے لباس اتروانے لگا

کہ ان کو اُن کی شرمگاہیں دکھلائے وہ اور اُس کا قبیلہ تم کو وہاں سے دیکھتا ہے۔ جہاں سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو انہیں لوگوں کا دوست بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (سبا۔۲۰)

"اور ابلیس نے جو گمان اُن کی بابت کیا تھا اُس کو سچ کر دکھایا بجز ایمان والوں کے ایک گروہ کے سب اُس کے پیچھے ہو گئے۔"

﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾

(النحل۔۱۰۰)

"شیطان کا غلبہ ان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اُس کا غلبہ صرف اُن لوگوں پر ہے جو اُس کا ساتھ دیتے ہیں اور اُن پر ہے جو اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔"

کتاب وسنت سے غفلت سزا

اس اوپر کی مذکورہ روئیداد سے بالکل عیاں ہے کہ جو لوگ کتاب وسُنّت کی طرف سے غافل ہوئے اور جنہوں نے کتابِ الٰہی کی طرف سے غفلت اختیار کر کے دوسروں کی اطاعت اختیار کی اُن کو کیسی کیسی انسانیت سوز حرکتوں کا ارتکاب اور کیسی کیسی ذلتوں اور رُسوائیوں کو برداشت کرنا پڑا اور اکیلے اللہ اور احکامِ اللہ کی فرمانبرداری کے سوا دوسروں کی فرمانبرداری کا جوا اپنی گردن پر رکھ کر کس طرح انسانیت سے خارج ہو کر حیوانیت اور درندگی اختیار کرنی پڑی۔

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ (الزخرف۔۳۶،۳۷)

"اور جو کوئی ذکر الرحمٰن (قرآن مجید) کی طرف سے بے پروائی اختیار کرتا ہے تو ہم اُس پر ایک شیطان تعینات کر دیتے ہیں سو وہ اُس کے ساتھ رہتا ہے اور

وہ (شیاطین) اُن (غافلوں) کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔"

باطل فرقوں میں قدرِ مشترک

تمام باطل پرست فرقوں میں ایک چیز مشترک نظر آتی ہے کہ سب ہی نے آمریت اور شخص پرستی کو قائم کیا اور ڈکٹیٹروں نے اپنے جاہل معتقدوں کے ذریعہ مخلوق اللہ پر آزادانہ مظالم روا رکھے اور اسلام ہی کے نام سے اسلام کی بربادی اور نظم و نظام اسلامی کو تباہ کرنے کی کوششیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ دین اسلام کی حفاظت کے سامان بھی موجود رکھے اور ہمیشہ موجود رکھے گا کیونکہ اُس کا وعدہ ہے کہ:

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر۔ ۹)

"ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

باطل پرست فرقے سب کے سب ہی انسان کو اشخاص پرستی میں مبتلا اور اُن کی فہم و فراست کو مفلوج کرنا چاہتے ہیں اور مفلوق العقل انسانوں ہی کی بدولت اُن کو کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن قرآن مجید انسان کی عقل و فہم اور فکر و تدبر کی قوت کو نشو و نما دینا اور ذی فہم انسان بنانا چاہتا۔ ہستی باری تعالیٰ، یوم جزا۔ سلسلہ انبیاء، کتب سماویہ اور عقائد و اعمال کے لئے عقلی و فطری دلائل پیش کرتا اور انسان کو اُس کی حاصل شدہ قوتوں سے آزادانہ صحیح کام لینے کا موقع بہم پہنچاتا ہے، جب کسی جماعت یا کسی تحریک کے اصولوں میں یہ محسوس ہو کہ حکم اور فیصلہ کا اختیار اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ یعنی کتاب و سنت سے چھن کر کسی شخص یا اشخاص کو سپرد ہو رہا ہے اور اللہ و رسول کی اطاعتِ مطلق کسی دوسرے کو منتقل کی جارہی ہے تو اُس جماعت یا اُس تحریک سے پرہیز کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

﴿وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا﴾ (النساء۔ ۱۱۵)

"اور جو کوئی ہدایت کے ہویدا ہو چکنے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے طریق کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کرے گا تو ہم اُس کو اُسی راستے

پر چلائیں گے اور اُس کو دوزخ میں داخل کریں گے اور دوزخ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔"

جن فاسق و بدعمل و بدعقیدہ خودساختہ دُنیا پرست امراء وائمہ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، اُن سب کو مُسلمان کہلانے والوں ہی میں سے اطاعت کرنے والے ملتے رہے جب کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بھی ایسے مسلمان کہلانے والے حمقاء وجہلاً بہ تعداد کثیر موجود ملتے رہتے ہیں تو اس زمانے میں جب کہ: ؎

کفر در کعبہ و اسلام بہ یورپ گویند　　　　این سخنہا ست کہ از کرگس و بط می شنوم

کا آوازہ بُلند ہے کتاب و سُنّت کی کسوٹی پر کسے بغیر خودساختہ امیروں کی (جو اِس زمانے میں بکثرت نمودار ہورہے ہیں) امارت اور اطاعت کو تسلیم کرنے میں ہر مومن کو عمیق غور وفکر کر لینا اور اس مسئلہ کی اسلامی حیثیت سے کماحقہٗ واقف وآگاہ ہونا ازبس ضروری ہے۔

اطاعت امیر

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوالرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾(النساء۔ ٥٩)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی اور صاحب امر کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو لٹاؤ اللہ کی طرف اور اس کے رسول ﷺ کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے"۔

اطاعت کے معنی ہیں خوشی سے فرمانبرداری کرنا اور جو مطاع کہے اُسے برضا و رغبت ماننا اور اُس کے منشا کی موافق عمل کرنا۔ اِسی سے استطاعت ہے جس کے معنی ہیں حد سہولت یعنی سہولت کے ساتھ تعمیل کرنے کی طاقت۔ خوشی اور رضا مندی سے صدقہ دینے والے کو مطوّع کہتے ہیں جیسا کہ سورۂ توبہ میں آتا ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقَاتِ﴾

"جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں"۔

اطاعت کا لفظ عام طور پر اِس اطاعت کے لئے بولا جاتا ہے جس کو عبادت کہتے ہیں۔

امیر کا مفہوم

امیر کا لفظ امر سے مشتق اور صفت مشبہ ہے۔ امر کے معنی معاملہ۔ کام اور حکم کے ہیں۔ امر ہی سے ائتمار ہے جس کے معنی مشورہ کے ہیں۔ ائتمار کے معنی مشورہ اس لئے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کے امر کو قبول کیا جاتا ہے۔ اولی الامر کا لفظ رسول، بادشاہ، قاضی، عالم، واعظ سپہ سالار، کسی کام کا مہتمم، کسی خاص معاملہ کا ذمہ دار سب پر بولا جاتا ہے۔ اولی الامر کی جگہ امیر کا لفظ بھی بول لیا جاتا ہے۔ مسلمان عموماً امیر اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مقرر کئے گئے۔ خلفائے راشدین میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سب سے پہلے امیر المومنین کے نام سے پکارے گئے مندرجہ بالا آیت کا ترجمہ و تفسیر بیان کرنے سے پہلے چند ضروری باتیں عرض کرنا لازمی ہیں۔

اسلام میں مشورہ کی اہمیت

ایک حصہ انسانی زندگی کا ایسا بھی ہے کہ اُس کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہ چند قیود مومن انسانوں کو طریقِ عمل کے تجویز کر لینے کا اختیار دیا ہے اور یہ وہ حصہ ہے جو اِس دُنیوی محدود زندگی کی گزران اور نظامِ سلطنت و قیامِ امارت اور تمدّن و معاشرت کے ایک پہلو سے تعلق رکھتا ہے، لیکن اس میں بھی ہر قدم پر مقصدِ حیات اِنسانی اور اُخروی دائمی کامرانی کو مقدم اور ہدایت نامہ الٰہیہ کو مشعلِ راہ رکھنا ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر آپ ؐ کے بعد کوئی ایسی اہم بات پیش آئے۔ جس میں قرآن کریم کی کوئی نص صریح موجود نہیں نہ آپ کا کوئی فیصلہ ہے تو ہم اس حالت میں کیا کریں آپ ؐ نے فرمایا کہ میری اُمت کے عاقل مگر نیک لوگوں کو جمع کرو اور مشورہ سے اس کا فیصلہ کرو اور کسی اکیلے شخص کی رائے سے فیصلہ نہ کرو۔ نظامِ سلطنت فطرتِ انسانی کا تقاضا اور اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ لہٰذا اُس کے اُصولی ضوابط منضبط فرما کر جزئیات کو مومنانہ عقل و

بصیرت کے سپرد کر دیا اور اُس کے لئے بھی قرآن مجید اور اُسوۂ نبویؐ میں احکام و نمونے موجود کر دیئے۔ مثلاً قرآن مجید نے مسلمانوں کے اندر خلافت و امارت کے قائم ہونے کی خوشخبری آیت استخلاف اور دوسری آیتوں میں دیدی اور خلفاء کی اُصولی صفات بھی بیان فرمادیں مگر خلیفہ کے انتخاب کرنے کا کام مومن اور متبع شریعت مسلمانوں کی کثرتِ رائے پر چھوڑ دیا اصول امارت میں ایک یہ بات بیان فرمائی کہ مومن اپنے اُمور امارت اور تمام قومی کام مشورے سے کرتے ہیں اور اُس کو مومنوں کی ایک علامت قرار دیا۔

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْ الِرَبِّهِمْ وَاَقَامُو الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (الشوریٰ۔ ۳۸)

''اور (مومن وہ ہوتے ہیں) جو اپنے رب کی فرمانبرداری کرتے اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اُن کا حکم اور فیصلہ آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور وہ ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

آنحضرت ﷺ جو نبی ہونے کے علاوہ مُسلمانوں کے امیر بھی تھے بحیثیت امیر ہمیشہ معاملات امارت میں مُسلمانوں سے مشورہ کرتے اور مشورہ سے جو بات طے ہوتی اُس پر عمل کرتے چنانچہ جنگ اُحد کے موقع پر بھی آپؐ نے مشورہ کیا اور اس مشورہ پر عمل کرنے سے بظاہر نقصان بھی پہنچا۔ جس سے یہ احتمال ہوسکتا تھا کہ مشورے کے اس نتیجہ کو دیکھ کر مشورہ کی اہمیت و ضرورت کو خفیف نہ سمجھ لیا جائے لہٰذا اُس کے بعد پھر تاکیدی حکم دیا گیا کہ:۔

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (آل عمران۔ ۱۵۹)

''اور (امارت کے) کام میں ان کا مشورہ لیتے رہو پھر جب ایسا ہو کہ تم نے کسی بات کا عزم کر لیا تو اللہ پر بھروسہ کرو۔''

اِس حکم نے صاف طور پر مشورے کی عظمت و اہمیت کو قائم کر دیا اور بتا دیا کہ اگر تم کو شوریٰ میں نقصانات بھی نظر آئیں تب بھی شوریٰ ضروری ہے۔ چنانچہ جنگ اُحد کے بعد جنگ احزاب میں بھی آپ ﷺ نے خندق مشورے سے ہی کھدوائی اور محصور ہوئے۔ معاملہ اِفک میں بھی آپ ﷺ نے مشورہ کیا ''فاذا عزمت فتوکل علی اللہ'' کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ امیر مشورہ تو لے مگر عمل اپنی ہی رائے پر کرے اِس طرح تو حکم

مشورت کی کوئی حقیقت ہی باقی نہیں رہتی۔ عزم کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے پر دل کا مضبوط کر لینا اور ظاہر ہے کہ یہ مشورہ کا نتیجہ ہوگا اور مشورہ کے بعد ہوگا یعنی مشورہ کے بعد جو بات طے پائے اُس کو زیر عمل لانے میں اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ ابن کثیر نے "اذا عزمت" کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے کہ " اذا شاورتھم فی الامر و عزمت علیہ" (جب تو نے کام میں اُن سے مشورہ کر لیا اور اس مشورے پر پختہ ارادہ کر لیا) رسول اللہ ﷺ چونکہ نبی اور اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہدایت پانے والے اور معصوم تھے لہٰذا وہ اپنی تجویز کے مقابلے میں سب کی رائے کو ٹھکرا دینے کا یقیناً اختیار رکھتے تھے اور ان کی رائے سب کی رائے پر فائق تھی۔ لیکن چونکہ آپ کو اپنے بعد اُمّت کی ہدایت کے لئے نظیر قائم کرنی تھی۔ لہٰذا آپ نے جنگ اُحد کے معاملے میں اپنی تجویز اور اپنی رائے کے خلاف کثرت رائے پر فیصلہ کیا اور کثرت رائے کے فیصلے پر عامل ہوئے تا کہ آئندہ کسی امیر کے لئے یہ موقع باقی نہ رہے کہ وہ اپنی رائے کے مقابلے میں مومنوں کی کثرت رائے کو اُمور مہمہ میں ٹھکرا سکے یہ ہی وہ اسلامی نمونہ امارت تھا جس کو دیکھ کر دُنیا میں لوگوں نے پارلیمنٹری حکومتوں کا طریقہ ایجاد کیا۔ اس موقع پر یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ چونکہ اللہ کے رسول اور نبی تھے اور آپ پر وحی خفی اور وحی جلی نازل ہوتی تھی لہٰذا جس معاملے میں آپ پر وحی نازل ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی ہدایت ہوتی اِس معاملے میں آپ وہی طریقہ اختیار فرماتے جس کی منجانب اللہ ہدایت ہوتی اور کسی دوسرے کے مشورے کو قبول نہ فرماتے اور ایسی بھی متعدد مثالیں آپ کی زندگی میں موجود ہیں اور یہ آپ کے مرتبۂ نبوت و رسالت کی خاص شان تھی۔ لیکن کس قدر شوخ چشمی و گستاخی اور کس قدر بے دینی و بے حیائی ہے کہ بعض گمراہ فرقوں کے بانی اور امیر اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا قائم مقام بنا کر آپ کی مخصوص شانِ نبوت کی بعض کاروائیوں کو بطور مثال پیش کر کے مُسلمانوں کو دھوکا دیتے اور اپنی کاروائیوں میں اپنی مطلق العنانی کو جائز قرار دے کر گویا نبوت و رسالت کے مدعی بنتے اور لوگوں سے اُسی قسم کی اطاعت چاہتے ہیں۔ جیسی کہ صحابہ کرام اپنے مطاع کامل آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے تھے۔

خلفائے راشدین اور مشورہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتوں میں اسی اصول مشورہ پر حکومتِ اسلامیہ قائم رہی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کے مشورہ اور کثرت رائے سے خلیفہ منتخب ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بیعت میں کسی قدر تامل ہوا تھا اِس تامل کا سبب بھی دونوں صاحبوں نے یہ ہی بیان کیا کہ ہم کو شریک مشورہ کیوں نہیں کیا گیا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو یقین دلایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم مہاجرین وانصار کے درمیان فتنہ وفساد کے مٹانے کی غرض سے گئے تھے۔ بیعت لینے نہیں گئے تھے، وہاں یہ صُورت پیش آئی کہ سب بیعت پر متحد ہوگئے اگر اُس وقت تامل کیا جاتا تو ضرور فتنہ برپا ہو جاتا یہ سُن کر دونوں صاحبوں نے کہا کہ آپ کو مستحق خلافت تو ہم بھی پہلے ہی سے سمجھتے ہیں، لیکن ہمیں تامل اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے مشورہ میں ہمارا شریک کرنا کیوں ضروری نہیں سمجھا یہ کہہ کر اُنھوں نے بھی بیعت کرلی۔ اِس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک مشورہ کی اہمیت کو قائم رکھنا کس قدر ضروری تھا۔

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد وفات نبویؐ صحابہ کرام کو مشورہ کے لئے جمع کر کے فتنہء ارتداد کے متعلق تجاویز پیش کیں۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ لشکرِ اُسامہ کو جو شام کی طرف جانے والا تھا روک لیا جائے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اِس کے خلاف دلیل پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کے روانہ کیے ہوئے لشکر کو واپس بلانا اور آنحضرتؐ کی مجوزہ مہم کو ملتوی کر دینا اطاعتِ رسول ﷺ کے خلاف اور سخت گستاخانہ حرکت ہے اِس دلیل کو سب نے تسلیم کرلیا اور سب اس رائے پر متفق ہو گئے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہ کی متفقہ رائے کے موافق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اُسامہ کو روانہ کیا۔
منکرین زکوٰۃ کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے خلاف تلوار نہیں اُٹھانی چاہیے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ کی ایک جماعت نے اس کے خلاف دلائل پیش کئے اور اسلام کے ایک رُکن کے انکار کو اسلام کا انکار ثابت کیا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اُن کے

تمام ہم خیال اس رائے سے متفق ہو گئے اور کسی ایک شخص کو اس سے اختلاف باقی نہ رہا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ساری عمر اپنی رائے کی غلطی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کی صحت کا اقرار و اعلان کرتے رہے اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی گئی ہے تو کسی صحابی کو اختلاف نہ تھا اِس واقعہ میں مشورہ کی عظمت و اہمیت موجود ہے اور مطلق العنانی کی لعنت کا شائبہ تلاش نہیں کیا جا سکتا اور سب باتوں کی بُنیاد اطاعتِ الٰہی پر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کی ساری دُنیا میں دھوم ہے لیکن وہ ہر اہم معاملے میں مشورہ و مناظرہ کیا کرتے یہاں تک کہ امرِ حق کا انکشاف ہو جاتا۔ تنہا اپنی رائے پر نہ بھروسہ کرتے نہ عمل کرتے۔ ایک مرتبہ اُن کو خیال آیا کہ طواف کعبہ میں اب رمل کی کیا ضرورت رہ گئی وہ لوگ تو موجود ہی نہیں جن کو ہم اپنا سینہ نکال کر چلنا دکھاتے تھے۔ لیکن پھر آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کا کوئی اور سبب نہ ہو، چنانچہ بدستور عامل رہے اور رسول اللہ ﷺ نے جس عمل کو کیا تھا اس کے ترک کی جرأت نہ کر سکے۔

﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ﴾ (النساء۔ ۱۱۵)

یہاں سبیل المومنین یا مسلمانوں کے طریق عمل سے مراد وہی اطاعتِ احکام الٰہی کا طریقہ ہے اور رسول ﷺ کی مخالفت بھی احکامِ الٰہی کی مخالفت ہے، سبیل المومنین کی اتباع اور احکام رسول کی اتباع حکمِ الٰہی کی بناء پر ہے اور اصل مطاع اللہ تعالیٰ ہی ہے، کوئی دوسرا وجود مومن کا بلا شرط مطاع یعنی مطاع مطلق ہو ہی نہیں سکتا۔

تدبر فی القرآن اور کتاب اللہ سے اخذ ہدایت و استخراج احکام کے متعلق ایک مسلمہ اُصول یہ ہے کہ جو چیزیں جس قدر زیادہ ضروری اور اہم ہوتی ہیں قرآن مجید اُن کو بار بار اور طرح طرح سے بیان فرماتا ہے، اور وہی اُمور مہمہ ہوتے ہیں اور دوسری چیزیں جن کا ذکر قرآن مجید میں کسی ایک ہی جگہ آیا ہے، وہ اُمور مہمہ کی روشنی میں دیکھی، سمجھی، سوچی جاتی اور اُن کے ذیل میں رکھی جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ایک دو جگہ نہیں بہت سی جگہ اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی اطاعت کا ذکر آیا ہے۔ صرف چند آیتیں بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ ﴿قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین﴾ (آل عمران ۔ ۳۲)

’’کہہ دیجیئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر یہ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا‘‘

۲۔ ﴿ومن یطع اللہ و رسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھار﴾ (النساء ۔ ۱۳)

’’اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے گا، اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جن کی نیچے نہریں بہتی ہیں‘‘

۳۔ ﴿ومن یطع اللہ و الرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم﴾ (النساء ۔ ٦٩)

’’اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا‘‘

٤۔ ﴿من یطع الرسول فقد اطاع اللہ﴾ (النساء ۔ ۸۰)

’’جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی‘‘

۵۔ ﴿واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا﴾ (المائدہ ۔ ۹۲)

اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اللہ ﷺ کی اور احتیاط کرو (خلاف ورزی سے)‘‘

٦۔ ﴿واطیعوا اللہ واطیعوا رسولہ ان کنتم مؤمنین﴾ (انفال ۔ ۱)

’’اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو‘‘

۷۔ ﴿اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولو عنہ و انتم تسمعون﴾ (انفال ۔ ۲۰)

’’اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے اس سے سرتابی نہ کرو‘‘

۸۔ ﴿اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا﴾ (انفال ۔ ٤٦)

’’اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو‘‘

۹۔ ﴿ویطیعون اللہ ورسولہ اولئک سیرحمھم اللہ﴾ (التوبہ ۔ ۷۱)

"اللہ کی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا"

۱۰۔ ﴿ومن یطیع اللہ و رسولہ و یخش اللہ ویتقہ فاولئك ھم الفائزون﴾ (النور۔ ٥٢)

"جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، خوف الٰہی رکھے اور اس عذاب سے ڈرتا رہے وہی نجات پانے والے ہیں"

۱۱۔ ﴿قل اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول﴾ (النور۔ ٥٤)

"کہہ دیجیئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو"

۱۲۔ ﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیما﴾ (الاحزاب۔ ٧١)

"اور جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے گا تو اس نے بڑی مراد پالی"

۱۳۔ ﴿یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ول اتبطلوا اعمالکم﴾ (محمد ٣٣)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اور (نافرمانی کر کے) اپنے اعمال برباد نہ کرو"

۱٤۔ ﴿ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنت تجری من تحتھا الانھر﴾ (الفتح۔ ١٧)

"اور جو اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں"

۱٥۔ ﴿و ان تطیعوا اللہ و رسولہ لا یلتکم من اعمالکم﴾ (الحجرات۔ ١٤)

"اگر تم اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کرنے لگو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا"

۱٦۔ ﴿واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین﴾ (التغابن ١)

"اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی پس اگر تم اعراض کرو تو

ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے"۔

اِس ایک ہی مضمون کی آیتوں کی فہرست بہت طویل ہو سکتی ہے ہر جگہ اللہ و رسول ﷺ ہی کی اطاعت کا حکم دیا ہے، کسی اور کی اطاعت کا قطعاً ذکر نہیں اگر اللہ و رسول ﷺ کے سوا کسی دوسرے کی اطاعت بھی اسی شان کی ہوتی تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس کا بھی اسی طرح حکم دیتا لیکن سارے قرآن مجید میں ایک اور صرف ایک ہی جگہ اللہ اور رسول کی ﷺ اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی مشروط اطاعت کا بھی ذکر آیا ہے وہ آیت اِس فصل کی پیشانی پر درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :-

"مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اُن لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں گے، پھر اگر کسی معاملہ میں تم (اور اولی الامر) آپس میں جھگڑ پڑو تو اس تنازع کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو (اور جو اللہ و رسول ﷺ کا فیصلہ ہو اُسے تسلیم کرو) اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہارے لئے یہی راہِ عمل بہتر ہے اور اسی میں انجام کی بھلائی ہے"۔

یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت دو جُدا جُدا قسم کی اطاعتیں نہیں بلکہ ایک ہی اطاعت ہے جو مطلق ہے: ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

اولی الامر کی مشروط اطاعت

اِس مندرجہ بالاعنوان آیت میں اگر اولی الامر کی اطاعت کو بھی اللہ و رسول کی اطاعت کی طرح بلاشرط بیان کیا جاتا تو سخت دُشواری پیش آتی اِس لئے کہ سارا قرآن تو پُکار پُکار کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کے سوا کوئی اطاعت نہیں ۔ لیکن یہاں اولی الامر جو نہ اللہ ہے نہ رسول ہے، بلکہ معمولی انسانوں میں سے منتخب کیا جاتا ہے مطاع مطلق بن جاتا۔ چونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اُس نے اپنے اندر اختلاف کے ہونے سے انکار کیا ہے:

﴿ولو كان من عند غير الله لوجد و فيه اختلافاً كثيرا﴾

لہٰذا اُس نے نہایت واضح اور غیر مشتبہ طور پر ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ اولی الامر سے تمہارا اختلاف ہو سکتا ہے اور اس حالت میں وہ معاملہ جس میں تمہارا اختلاف ہوا ہے اللہ و رسول یعنی کتاب و سُنّت کی طرف لوٹایا جانا چاہئے اور کتاب و سُنّت (هدايتِ النهيه) کے ذریعہ جو فیصلہ ہو وہ قبول کرنا چاہیئے، اولی الامر کے پاس چونکہ رسول کی لائی ہوئی ہدایت کے سوا ہدایتِ الٰہی کے معلوم کرنے کا کوئی جُدا اور نیا ذریعہ نہیں ہے لہٰذا اُس کے کسی حکم کو جو کتاب و سُنّت کے خلاف ہو ہر ایک مومن رد کر دے گا اور جب تک اُس کا کتاب و سنت کے موافق ہونا ثابت نہ ہو جائے گا ہرگز ہرگز نہ مانے گا، ایک غیر نبی اور غیر معصوم اولی الامر یا امیر یا امام کی تو حقیقت ہی کیا ہے خود افضل الرسل سید اولا د آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی اگر اپنے منصبِ رسالت و نبوت کے علاوہ محض اپنی بشریت کی بناء پر کوئی بات فرماتے تو اُس کی اتباع کو خود ہی اُمت کے لئے ضروری نہ ٹھہراتے جیسا کہ حدیث تابیر نخل اور بعض دوسری حدیثوں سے ثابت ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حجۃ البالغہ اور عقد الجید امیں اِس مضمون کو مفصّل و مدلّل طور پر بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ :-

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ (آل عمران۔ ۷۹)

”کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اُسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ شیوہ اختیار کرے کہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ یعنی اللہ کے احکام کی جگہ میرے حکموں کی اطاعت کرو بلکہ تم کو چاہئے کہ رَبّانی انسان بنو اس لئے کہ تم کتاب اللہ کی تعلیم دیتے رہتے ہو اور اس لئے کہ اُس کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہتے ہو۔“

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کے لئے ہرگز یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نظر انداز کر کے کسی انسان کے مجوزہ احکام کی اطاعت کرے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اس لئے مبعوث کیا ہے کہ وہ لوگوں کو احکامِ الٰہی کی دعوت دیں اس لئے نہیں کہ اپنی بندگی کرانے

لگیں۔

مندرجہ عنوان آیت فصل خصومات۔ قیام عدل اور اُمور سلطنت کے متعلق ہدایات کے سلسلے میں بیان ہوئی ہے اُس میں اولی الامر سے مراد سپہ سالار۔ قاضی یا مُسلمان بادشاہ ہی ہو سکتے ہیں اور اس سے پہلی آیت میں

﴿ان الله يامركم ان تؤدوا الامانات الى اهلها الخ﴾ (النساء۔ ۵۸)

''اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کردو'' کا حکم دے کر امیر یا خلیفہ کے انتخاب کی کاروائی میں احتیاط سے کام لینے کی تاکید فرمائی کیونکہ امانت کے معنی فرائض۔ عبادت ودیعت۔ ذمہ داری۔ امان آتے ہیں، انسانوں کو اللہ کی دی ہوئی قوتیں بھی امانت ہیں، اِن قوتوں کا بے محل صرف کرنا۔ محل پر اُن سے کام نہ لینا، عبادت الٰہی میں کوتاہی کرنا۔ احکامِ الٰہی کو بجانہ لانا سب امانت میں خیانت کرنا ہے'' تؤدوا الامانات'' کا یہ بھی مطلب ہے کہ امارت اور خلافت ایسے شخص کو سُپرد کرو جو اُس کا اہل ہو، نااہل اور نالائق کو یہ کام سپُرد نہ کرو، ورنہ امانت میں خیانت کرنے والے سمجھے جاؤ گے، اہلیت کا معیار بھی قرآن مجید ہی نے دوسری آیات میں بالتفصیل بیان فرمادیا ہے۔ پھر ان سب باتوں کے بعد بھی اولی الامر سے غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں اور اُس سے اختلافات کا اظہار کیا جا سکتا اور اُس کو کتاب وسنت کی اطاعت ومتابعت پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور اگر وہ راہِ راست پر نہ آئے تو اُس کو معزول کیا جا سکتا اور اُس کے خلاف خروج کیا جا سکتا ہے۔ مندرجہ عنوان آیت کے شانِ نزول کے متعلق حضرت امام بخاری رحمۃ نے اپنی صحیح میں اور حضرت امام احمد بن حنبل ''نے اپنی مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انصار کے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا جب یہ لشکر کسی مقام پر پہنچا تو وہ امیر اپنے لشکر والوں سے کسی بات پر خفا ہو گیا اور کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم کو حکم نہیں دیا کہ تم میری اطاعت کرو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم کو تمہاری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اُس نے کہا اچھا لکڑیاں جمع کرو، چنانچہ لکڑیاں جمع ہو گئیں پھر اُن لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی جب وہ جلنے لگیں تو اُس امیر نے کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم اس آگ میں داخل ہو جاؤ، یہ سُن کر اُن میں سے ایک جوان نے کہا کہ تم تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آگ سے بچنے کے

لئے حاضر ہوئے ہو لہٰذا اِس حکم کی تعمیل میں جلدی نہ کرو جب تک رسول اللہ ﷺ سے نہ مل لو اگر آنحضرت ﷺ نے تم کو آگ میں داخل ہونے کا حکم دیا تو داخل ہو جانا، چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس واقعہ کا حال سُنایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر کبھی باہر نہ نکلتے (یعنی اپنے امیر کے اس نامعقول اور غیر مشروع حکم کو مان لیتے تو دوزخی بن جاتے) صحیح بخاری اور صحیح مُسلم کے مزید متفقہ الفاظ یہ ہیں کہ "اطاعت امرِ معروف میں ہوتی ہے فعل منکر میں نہیں ہوتی"۔ حاصل مطلب یہ کہ اولی الامر یا امیر یا امام ہرگز مطاعِ مطلق نہیں ہو سکتا مطاعِ مطلق اور فرمانروائے ناطق صرف اللہ و رسول ﷺ ہیں۔

قرآن مجید نے مطاعِ حقیقی کی اطاعت کے سوا کسی کی اطاعت کو مطلق یعنی غیر مشروط اور جائز نہیں قرار دیا بلکہ سب کی ممانعت ہی کی ہے یہاں تک کہ ماں باپ جیسے محسنوں کی اطاعت سے بھی منع فرمایا ہے جب کہ وہ اطاعتِ الٰہی کے منافی ہو:۔

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا﴾ (لقمان۔ ۱۵)

''اور اگر تیرے والدین تجھ پر زور ڈالیں کہ میرے ساتھ اُس کو شریک بنائے جس کا تجھ کو علم نہیں ہے تو تو اُن کی اطاعت نہ کر۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کے سوا ہر انسان کی اطاعت کو ممنوع قرار دیا ہے۔

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ (الانعام۔ ۱۱۷)

''دُنیا کے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اگر تو اُن کی اطاعت کرے گا تو وہ اللہ کی راہ سے تجھے گمراہ کریں گے وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔''

رسول برحق کے سوا جو شخص بھی ہوگا وہ بلا شرط مطاع نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اطاعت تو ہدایت الٰہی کی ہی ہے اور ہدایت الٰہی کا لانے والا رسول برحق ہی ہوتا ہے اور وہی لوگوں کو اطاعتِ الٰہی کی طرف بُلاتا ہے، دوسرا کوئی شخص مطاع نہیں ہو سکتا۔ لیکن نسلِ انسانی اور

مسلمان کہلانے والوں میں باوجود ادعائے قرآن فہمی ایسے بدنصیب لوگ بھی پیدا ہونے لگے ہیں جو کہتے ہیں کہ اِس زمانے میں رسول اللہ ﷺ کی سُنّت اور قرآن مجید کی تعلیمات سے کام نہیں چل سکتا اور یہاں تک اُن کی بے حیائی ترقی کر گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر اِس زمانے میں رسول اللہ ﷺ ہوتے تو وہ بھی یہ ہی کام کرتے جو ہم خلاف شرع کر رہے ہیں ان لوگوں نے گویا خود رسالت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور خاتمیت کا انکار کر دیا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے انسان کی دینی اور دُنیوی اور مادی و روحانی ترقیات اور عقلی و اخلاقی کمال حاصل کرنے کے ان تمام سچے اُصولوں کی تکمیل کر دی جن سے بڑھ کر اب کوئی نیا اُصول پیدا نہیں ہوسکتا اور جن کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے۔

امیر یا اولی الامر کی اطاعت انسان انہیں اُمور میں کر سکتا ہے جو معروف ہوں اور جن کے متعلق اللہ و رسول ﷺ کے حکم و منشا کے مخالف ہونے کا احتمال نہ ہو۔ امیر یا اولی الامر کے متعلق اس اطمینان کا ہونا اولین شرط ہے کہ وہ متبع کتاب و سُنّت ہے۔ اور سبیل المومنین کی مخالفت کا مرتکب نہیں ہے یہ ہی وجہ ہے کہ شریعتِ اسلام نے ایک حبشی غلام کے لئے تو امارت و امامت و خلافت کا دروازہ بند نہیں کیا بلکہ اگر وہ خلیفہ یا امیر مقرر ہو جائے تو اُس کی اطاعت کا حکم دیا۔ لیکن ایک فاسق اور بدعقیدہ یا بدعمل کی امارت اور اُس کی اطاعت کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی اور اطاعت اولی الامر والی آیت میں بھی منکم کے لفظ سے اسی طرف اشارہ کیا کہ وہ سبیل المومنین یعنی اتباع کتاب و سُنّت سے منحرف نہ ہو، یہ ہی وجہ تھی کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے نہ صرف اپنی جان بلکہ اپنی عزیز اولاد اور قریبی رشتہ داروں کی جانیں قربان کرنی گوارا کیں اور ایک ایسے امیر کی جس کو وہ فاسق سمجھتے تھے، اطاعت گوارا نہ کی، یہی مومن کی شان ہے اور یہ ہی ہر مسلمان کا فرض۔

مندرجہ عنوان آیت میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کو بلا قید اور مطلق فرما کر اولی الامر کی اطاعت کو اس شرط اور قید کے ساتھ مشروط و مقید کر دیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ اللہ و رسول ﷺ کے حکم میں غلطی کا امکان نہیں اولی الامر کا حکم اللہ و رسول ﷺ کے خلاف اور غلط ہوسکتا ہے، اولی الامر جس قدر کتاب و سُنّت سے ناواقف ہوگا

اُسی قدر اس سے زیادہ غلطیاں ہوں گی اور اُسی قدر اُس کے احکام زیادہ مردود ہوں گے اور کتاب وسُنّت ہی کو حَکَم بنایا جائے گا۔ آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہر امر متنازعہ فیہ میں فیصلہ کتاب وسُنّت ہی کے ذریعے ہونا چاہیئے۔ اسی میں انجام کی خوبی اور اسی میں بھلائی ہے جو اس سے انکار کرتا ہے وہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتا۔

انجام کی خوبی کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ یعنی کتاب وسُنّت کو قاضی مان کر تمام مُسلمانوں میں اتحاد ویکجہتی قائم رہ سکتی ہے۔ غیر معصوم۔ غلط کار اور معمولی انسانوں کو اگر مطاع بنالینے اور اُن کے احکام کو بلا چون و چرا مان لینے کی حماقت مسلمانوں سے سرزد ہوگی تو ہر امام اور ہر امیر اپنی سمجھ یا خواہش کے موافق الگ الگ راستے تجویز کرے گا اور اس طرح اصل دینِ اسلام برباد اور مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم ہو جائے گا، حالانکہ دین برحق اور کلامِ الٰہی کی رُو سے اُمتِ مسلمہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہو سکتا کہ اُس سے تنازع نہ کیا جا سکے اور وہ خود بانی شرع یا ترمیم کنندۂ مذہب اسلام اور غیر مسئول ومطاع مطلق بن سکے۔ نسلِ انسانی کے لئے اِس سے بڑھ کر کوئی بدنصیبی کوئی لعنت اور کوئی رذالت نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی غیر معصوم انسان کو اپنا مطاع مُطلق اور غیر مسئول فرمانروا تسلیم کر کے خوشی سے اُس کے ہر ایک جاوبیجا حکم کی تعمیل کے لئے آمادہ ہو جائے شیعوں نے غالباً اِسی لئے اپنے اماموں کے معصوم ہونے کا عقیدہ تراشا اور دوسرے مذکورۂ بالا گمراہ فرقوں کے بنانے والوں میں ہر بوالہوس نے اپنے آپ کو معصوم ومبرّا عن الخطا یقین کرانے کے لیے طرح طرح کے فریبوں سے کام لیا۔ لیکن ہر ایک وہ شخص جو قرآن مجید اور سُنّت نبوی کی مشعل اپنے پاس رکھتا ہو اِس قسم کے فریبوں کا شکار ہرگز نہیں بن سکتا اور جس مومن کو آنحضرت ﷺ کی یہ آخری وصیت یاد ہو کہ "اللہ اور اللہ کے بندوں پر بُرتری نہ ڈھونڈو"۔ وہ کبھی مطلق العنانی اور شخصیت پرستی کا حامی نہیں بنایا جاسکتا۔

قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہیں

مندرجہ عنوان آیت کے متعلق امام ابن حزم ظاہری کا قول ہے کہ :-

کسی کو جائز نہیں کہ کہ بجز رسول اللہ ﷺ کے بلا دلیل کسی شخص کے قول کو اختیار کرے

اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اُنہیں اُمور کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اور اللہ کے علاوہ اور اولیاء کا اتباع نہ کرو۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :-

"منازعت کے وقت بجز قرآن و حدیث کے کسی اور طرف متوجہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے جائز نہیں رکھا کسی دوسرے شخص کے قول کی طرف رجوع نہ کیا جائے اِس لئے کہ یہ قول قرآن و حدیث کا غیر ہے اور تمام تابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ کوئی شخص اپنے زمانہ یا زمانہ سابق کے کسی شخص کے قول کی طرف بجز کتاب و سُنّت متوجہ نہ ہو"۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، کا قول ہے کہ :-

"رسول اللہ ﷺ کے سوا ہر انسان کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے"۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، کا قول ہے کہ :-

"جو شخص میرے قول کی دلیل کو نہ جانے اُس کے لئے جائز نہیں کہ میرے قول پر فتویٰ دے"۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، کا قول ہے کہ :-

"بجز رسول اللہ ﷺ کے کسی شخص کا قول قابل حجت نہیں۔ قیاس حجت ہے اور نہ کسی شئے میں رضا و تسلیم ہے۔ بس مکمل اطاعت اگر ہے تو اللہ اور رسول ﷺ ہی کے لئے ہے"۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، کا قول ہے کہ :-

"کسی کی مجال نہیں ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے مقابلے میں کچھ بھی کہہ سکے"۔

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، کا قول ہے کہ :-

"جب اولی الامر کے ساتھ منازعت و اختلاف پیدا ہو تو سوائے کتاب و سنت کے اور کسی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے"۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ :-

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوریٰ۔ ۱۰)

''اور جس بات میں تم آپس میں اختلاف کرو اُس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے۔''

﴿أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ط﴾ (الانعام۔ ۱۱۵)

''کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا حُکم تسلیم کرلوں حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری ہے۔''

اس سے بڑھ کر ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ ﴾ کی اور کیا تفسیر ہوسکتی ہے۔

احبار ورھبان

اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کی نسبت قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

﴿ اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ﴾ (التوبہ۔ ۵)

''ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو پروردگار بنالیا۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ نے جو پہلے عیسائی تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ۔"ہم اپنے علماء و مشائخ کی پرستش تونہیں کرتے تھے"۔آپؐ نے فرمایا" کیا جس بات کو وہ حرام ٹھہرادیتے تھے تم اُس کو حرام نہیں سمجھ لیتے تھے اور جس بات کو وہ حلال ٹھہرادیتے تھے تو تم اُسے حلال نہیں سمجھ لیتے تھے"؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ "ہاں! ایسا تو ہوتا تھا" فرمایا کہ "یہ ہی تو اُن کا پروردگار بنالینا ہے"۔پس معلوم ہوا کہ اپنے پیشواؤں کے احکام کو جو اُنھوں نے اپنی خواہش اور رائے سے دیئے ہوں، خدائی احکام کی طرح بلا چون و چرا مان لینا اور اُن کو احکامِ الٰہی کی طرح قابل اتباع سمجھنا، قرآن مجید کے نزدیک اُن کو اللہ بنالینا ہے۔اس طرح قرآن مجید کی جگہ انسانی کلام مرکز ہدایت قرار پاتا اور کلام الٰہی بےکار اور ناقابل التفات ہو جاتا ہے اور انسان ایسی اطاعت سے اپنی فہم و ذکا اور عقل و دانائی کو برباد کر کے اور جہل وحماقت میں مبتلا ہو کر اپنی قیادت کے راستوں کے مسدود کردینے سے انسانوں میں شمار ہوتا ہوا بھی چوپایہ صفت بن جاتا ہے اس

لئے کہ جب اُس کے اعتقاد و عمل کا انحصار ہدایت الٰہی پر نہ رہا۔ بلکہ ایک یا چند انسانوں کی رائے پر آ ٹھہرا اور اپنی عقل سے کام لینے اور راستی و ناراستی کے جانچنے اور پرکھنے کا کوئی موقع ہی نہ رہا اور غیر معصوم کو مطاع مطلق بنالیا تو اُس میں اور چوپایہ میں فرق ہی کتنا رہ گیا۔

وہ اولی الامر جو اپنی ایسی خواہش نفس کا متبع ہو۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہیں کی سب سے زیادہ گمراہ ہے۔

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص۔ ۵۰)

''اُس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جس نے اللہ کی ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کی پیروی کی۔''

اولی الامر کی مشروط و مقید اطاعت کی حیثیت اور اطاعت الٰہی کی عظمت بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے جب اس آیت پر غور کیا جاتا ہے: ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ ......الخ ﴾ (آیت اور اس کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) جب کسی نبی کو بھی یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ لوگوں کو اپنا غلام بنائے تو اولی الامر مطاع مطلق کیسے بن سکتا ہے۔ شخص پرستی میں سب سے زیادہ اہم معاملہ رسول یا نبی ہی کی شخصیت کا ہو سکتا تھا اور تمام مذاہب میں اسی راستے سے گمراہیوں نے دخل پایا۔ لیکن اسلام نے اِس کا سب سے زیادہ معقول بندوبست کیا کہ نبی کی ایک حیثیت النبی اور الرسول کی الگ نمایاں کر دی اور دوسری حیثیت بشر اور عبد ہونے کی جدا ظاہر فرمادی اسلام کے بنیادی کلمہ ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ میں آنحضرت ﷺ کے بندہ اور رسول ہونے کا اقرار ہے اور ﴿ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ کا اعلان ہے دوسری طرف ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء۔ ۸۰) کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

مسواک کی فضیلت میں آنحضرت ﷺ کی ایک مشہور حدیث ہے۔

﴿لولا ان اشق علی امتی لا مرتهم بالسواك عند كل صلوة﴾

اگر میں اپنی اُمت کے لوگوں پر دُشوار نہ سمجھتا تو ہر ایک نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا)۔

اب اگر کوئی اولی الامر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا فرض قرار دیدے اور نماز و وضو سے زیادہ مسواک کا تقید کرے تو جہاں تک اِس حدیث کی صحت کا تعلق ہے اُس کے اس حکم اور تقید کو توڑ دینا اور اُس کے حکم کو نہ ماننا موجب ثواب ہے اس لئے کہ اُس نے خود رسول بننے کی کوشش کی اور اپنی سوچی ہوئی مصلحت کو رسول اللہ ﷺ کی مصلحت پر ترجیح دی اور رسول اللہ ﷺ کے الفاظ مبارک کی توہین اور شریعت میں اصلاح و ترمیم کرنی چاہی۔ وہ صرف ترغیب دے سکتا تھا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ لیکن مسواک کو وضو کی طرح لازمہ نماز نہیں بنا سکتا تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اُس کو لازمہ نماز نہیں بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ:

﴿ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا ﴾ (المائدہ ۔ ۳۸)

"چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی کے ہاتھ کاٹ ڈالو"

آنحضرت ﷺ نے چوری کا اندازہ بھی بتلا دیا کہ چوتھائی دینار یا تین درہم تک کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اب اگر کوئی اولی الامر یا امیر اپنی رائے کو کام میں لا کر خیانت کرنے والے کا جس نے چوتھائی دینار سے زیادہ کی خیانت کی ہو، ہاتھ کاٹنے کا حکم دے اور ساتھ ہی دلیل بھی بیان کرے کہ چوری اور خیانت کا نتیجہ ایک ہی ہے تو اُس کے اِس حکم اور دلیل کو رَد کر دینے اور نہ ماننے کا حق حاصل ہے اس لئے کہ خیانت کا ذکر قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں آیا ہے مگر اس کی سزا ہاتھ کاٹنا نہیں بیان کی گئی۔ اِس اختلافی معاملہ کا فیصلہ کتاب و سُنت ہی کے ذریعے کیا جائے گا اور حدود اللہ کو اُس اولی الامر کے ہاتھوں ہرگز ہرگز بے عزت نہ ہونے دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ مطاع مطلق نہیں ہے۔

رُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ!

سُورۂ نساء کی مذکورہ اولی الامر والی آیت کا ترجمہ بعض خودغرض لوگوں نے انتہائی شوخ چشمی کے ساتھ یہ کیا ہے کہ:

"اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو اور اگر اولی الامر کے کسی حکم کو تم خلاف شرع اور کتاب وسُنّت کے خلاف سمجھو تب بھی اُس کی تعمیل بلا چون و چرا کئے جاؤ اللہ اور رسول ﷺ اُس سے آپ سمجھ لیں گے اور قیامت کے دن اُس کو آپ سزا دے لیں گے تم کو سوچنے سمجھنے اور حق و باطل میں تمیز کرنے کا کوئی حق نہیں تم تو نظم و نظام قائم رکھنے کے لئے بے سوچے سمجھے تعمیل کئے جاؤ اور کوئی تنازع نہ کرو۔"

تحریف کا نتیجہ

اس ترجمہ اور اس دلیرانہ تحریف فی القرآن نے تو تمام نظام و نظامِ اِسلام اور دین برحق کی بیخ کنی کر دینی چاہی ہے۔ دینِ حق کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی خالص فرمانبرداری پر ہے وہ کامل فرمانبرداری اولی الامر کو منتقل ہو گئی۔ یعنی اولی الامر کا اللہ و رسول ﷺ کا مقام دے کر شرک کو قبول کر لیا گیا۔ نظم و نظام کی بنیاد کا قیام و استحکام اللہ و رسول ﷺ یعنی کتاب وسُنّت کی اتباع پر تھا اب ہر امیر یا اولی الامر کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی کامل اطاعت لازمی قرار دیدی گئی اور اُمت کے شیرازہ کو منتشر و پراگندہ کر دینے کا سامان کر دیا گیا۔ قرآن مجید نے "فان تنازعتم" کہہ کر قیامِ حق کے لئے جو استحقاق منازعت عطا فرمایا تھا وہ بھی غصب کر لیا گیا اور نعوذ باللہ الفاظ قرآنی اور مفہوم قرآنی کو منسوخ و مہمل بنا دیا گیا۔

اگر مذکورہ آیت میں اولی الامر سے مراد وہ امرا ہیں جو آنحضرت ﷺ نے یمن و عمان وغیرہ میں مقرر فرما کر بھیجے تھے۔ تب بھی مطلب یہ ہی ہوا کہ متنازعہ فیہ معاملے کو اللہ و رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو، اگر صرف "رُدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلُ" کے الفاظ ہوتے تو یہ کہنے کا موقع تھا کہ یہ حکم صرف رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ دُنیوی یعنی آپ ﷺ کی وفات سے پہلے پہلے تک کے لئے تھا اور صرف اُن امیروں کے متعلق تھا جو آپؐ نے عرب کے صُوبوں میں مقرر فرمائے تھے اور یہ بھی کہنے کی گنجائش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اُن کے خلفاء کو فیصلہ کا اختیار دیا گیا ہے اور فیصلہ کنندہ کوئی انسان یا شخص ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں ﴿رُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کے الفاظ نے انسان یا شخص کے لئے کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی اِس لئے کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے کے معنی سوائے اِس کے اور کچھ ہو ہی نہیں

سکتے کہ کتاب الٰہی کو جو موجود و محفوظ ہے حَکَم بنایا جائے لہٰذا الرسول کی طرف رجوع کرنے کے معنی بھی سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ سُنّت رسول اللہ ﷺ اور اُسوۂ نبوی کو جو موجود و محفوظ ہے حَکَم بنایا جائے اور اس طرح یہ حُکم وقتی نہیں بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔

اگر رُدُّوہُ کا یہ سراسر غلط ترجمہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ و رسول ﷺ پر چھوڑ دو، وہ آپ قیامت کے دن سزا دے لیں گے تو یہ اشکال لازم آتا ہے کہ اللہ کے ساتھ الرسول کا لفظ بے معنی اور مہمل ہوا جاتا ہے، اِس لئے کہ قیامت کے دن مجرموں کو سزا دینے اور فیصلہ صادر فرمانے کا کام اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نہیں۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ وہ اپنے الفاظ و مفہوم کی حفاظت کے لئے کسی غیر اللہ کا محتاج نہیں اور باطل جب اُس میں کوئی تغیر و تصرف کرنا چاہتا ہے تو ہمیشہ مُنہ کی کھاتا ہے اور ذلت اُٹھاتا ہے۔

﴿ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ (حم سجدہ۔ ۴۲)

''اور یقیناً یہ قرآن غالب آنے والی کتاب ہے باطل نہ اس پر اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ اِس کے پیچھے سے، وہ حکیم و حمید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے''

بعض مفسرین کی اس تعبیر کے صحیح تسلیم کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آیت مذکورہ میں اولی الامر سے مراد سپہ سالار اور صوبوں کے عامل یا امیر ہیں جو خلیفۃ المسلمین کے ماتحت ہوتے ہیں، اس لئے ان سپہ سالاروں اور عاملوں کے غلط احکام اور نامناسب فیصلوں کا مرافعہ خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں ہوگا اور خلیفۃ المسلمین کتاب و سُنّت کے ذریعہ فیصلہ کرے گا اور چونکہ مشورہ سے فیصلہ کرے گا لہٰذا کتاب و سنت کے خلاف کسی اقدام کا کوئی اندیشہ ہی نہیں۔ بنابریں آیت کا اصل مفہوم بدستور اپنی جگہ قائم رہا کہ کتاب و سُنّت ہی کو حَکَم بناؤ۔

مذکورۂ بالا غلط اور نامعقول ترجمہ کی لغویت اور نامعقولیت اس طرح بھی ثابت ہے کہ لغتِ عرب میں رد کہتے ہیں رجوع کرنے۔ رجوع ہونے اور پھیرنے یا لوٹانے کو اور یہ لفظ مادی اور غیر مادی دونوں قسم کی چیزوں کے متعلق بُولا جاتا ہے۔ کسی چیز کا بذاتِ خود لوٹا دینا

﴿فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا﴾ (القصص ـ ۱۳)

"تو ہم نے موسیٰ کو اس کی والدہ کی طرف لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں"

اور کسی چیز کی ایک حالت کو دوسری حالت کی طرف لوٹا دینا۔ مثلاً

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ﴾ (آل عمران ـ ۱۰۰)
"اے صاحب ایمان لوگو! اگر تم یہود و نصاریٰ کے کسی گروہ والوں کے پیچھے لگ جاؤ گے اور اُن کا کہنا ماننے لگو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنا دیں گے۔"

رُدُّوْهُ کا معنی

گفتگو یا کلام کے دُہرانے اور دوبارہ بیان کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے مثلاً ﴿رَادَّهُ فِي كَلَامِهِ﴾ "(اُس نے اپنی بات کو دُہرایا)" اگر ردّ کے یہ غلط ـ جاہلانہ اور فریب دینے والے معنی تسلیم کئے جائیں کہ چھوڑ دینا۔ بے تعلق ہو جانا اور مطلق پروا، نہ کرنا تو قرآن مجید کی تمام وہ آیات جن میں یہ لفظ یا اس کے مشتقات استعمال ہوئے ہیں، بے معنی اور مہمل ہو جائیں گی۔ مثلاً

﴿وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا﴾ (البقرہ ـ ۲۱۷)
"اور وہ تم سے ہمیشہ جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے لوٹا دیں اگر اُنہیں طاقت ہو۔"
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾ (آل عمران ـ ۱٤۹)
"اے صاحب ایمان لوگو! اگر تم اُن کی اطاعت کرو گے جو کافر ہوئے تو وہ تم کو اُلٹے پاؤں لوٹا دیں گے۔"

﴿وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (الا نعام۔ ۲۸)

"اور اگر لوٹائے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے روکے گئے تھے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔"

﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ﴾ (ص۔ ۳۳)

"انہیں میرے پاس لوٹا لاؤ۔"

اولی الامر والی دوسری آیت

قرآن مجید میں مذکورۂ بالا اولی الامر والی زیر بحث آیت کے علاوہ ایک اور بھی آیت ہے جس میں اولی الامر اور ردوہ کے الفاظ موجود ہیں :-

﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾

(النساء ۔ ۸۳)

"اور جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچ جاتی ہے تو یہ فوراً اُسے لوگوں میں پھیلا دیتے ہیں اگر یہ اُسے لوگوں میں پھیلانے کی جگہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اور اُن لوگوں کے سامنے جو ان میں صاحب حکم و اختیار ہیں پیش کرتے تو جو لوگ بات کی تہہ تک پہنچنے والے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے اور عوام میں تشویش نہ پھیلتی۔"

اس آیت میں مُسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ جب دُشمن موجود ہو اور حالت جنگ قائم ہو تو ہر ایک بات جو سُننے میں آئے خواہ امن کی ہو یا خوف کی اس کو بے سمجھی کے ساتھ لوگوں میں شہرت دینا شروع نہ کردیں بلکہ جو لوگ صاحب الرائے اور سمجھ دار اور صاحب اختیار اور ذمہ دار ہوں اُن تک پہنچا دینی چاہئے تاکہ وہ اُس پر غور کر کے امارت اسلامیہ کی حفاظت کا سامان کر سکیں۔ یہ آیت ایسی حالت میں نازل ہوئی جب کہ کفار سے جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ چونکہ خبر کا رسول اللہ ﷺ اور صاحب الرائے لوگوں تک پہنچانا تھا کسی منازعت کا فیصلہ کرانا نہیں تھا لہٰذا یہاں اِلَی اللہ کا لفظ نہیں آیا۔ نیز اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ اولی الامر وہ

لوگ ہو سکتے ہیں۔ جن میں قوتِ استنباط ہو۔ استنباط کے لغوی معنی ہیں کنوئیں کو کھود کر پانی نکالنا۔ اپنے فہم اور اجتہاد سے بات کی تہہ تک پہنچنا اور غور و فکر سے مخفی معانی تک رسائی حاصل کر لینا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اولی الامر صرف صاحب حکومت اور فرمانروا لوگوں پر ہی نہیں بلکہ ذی علم اور فقیہہ لوگوں پر بھی بُولا جاتا ہے اور فقہاء کا اجتہاد و استنباط بھی اُسی وقت قابل قبول ہو سکتا ہے جب کہ وہ کتاب و سنّت کے مخالف و معارض نہ ہو۔ پھر اِس آیت سے پہلی آیت میں ہر ایک شخص سے قرآن کے مطالب میں غور و فکر و تدبر کا مطالبہ ہے یہ نہیں کہ قرآن کسی خاص امیر یا امام یا اولی الامر ہی کے سمجھنے کی چیز ہے اور باقی لوگ صرف امیر یا اولی الامر کے احکام کی بلاچون و چرا تعمیل کرتے رہیں۔ قرآن مجید نے نہ صرف مُسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے اپنے آپ کو غور و تدبر کرنے اور سوچنے سمجھنے کی چیز بتایا ہے اور نفس پرست لوگوں نے مُسلمانوں کو بھی قرآن سے دُور و مہجور رکھنا چاہا ہے۔

اب غور کرو کہ اگر اِس آیت میں بھی رد کے وہی تحریفی معنی چھوڑ دینا۔ بے تعلق ہو جانا اور مطلق پروا' نہ کرنا لئے جائیں تو اُس کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر کوئی اہم خبر پہنچے تو اُس کو رسول ﷺ یا ذمہ دار لوگوں تک پہنچانے اور اُنہیں باخبر کرنے کی مطلق ضرورت نہیں وہ آپ نبٹ لیں گے تم کو کیا فکر تم تو کان ڈالے ہوئے خاموش بیٹھے رہو۔ ذمہ دار لوگوں کی لاعلمی و بے خبری سے اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچے تو پہنچنے دو۔ ظاہر ہے کہ اِس طرح آیت کا مفہوم بالکل اُلٹا ہو گیا۔ لیکن حیرت ہے کہ لوگ جیتی مکھیوں کو نہیں بلکہ ان جیتے ہاتھیوں کو نگلتے چلے جاتے ہیں اور اِسلام کی خدمت و اعانت کے مُدّعی ہیں۔

گر مسلمانی ہمین ست کہ حافظ دارد　　　　وائے گر در پس امروز بود فردائے

الٰہی اور غیر الٰہی سلطنت کا فرق

نسلِ انسانی میں اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر مل جُل کر رہنے کا مادہ رکھا ہے اور اسی سے اس کو حکومت۔ تمدّن۔ معاشرت اور اخلاق کے نظامات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں، پرندوں اور جانوروں میں بھی اس قسم کے نظامات اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے سہنے کے قوانین نظر آتے ہیں مگر وہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ

فطری ہدایت کا نتیجہ ہیں جو پیدائش کے ساتھ ہی مل جاتی ہے۔

﴿اعطی کل شئیء خلقه ثم هدی﴾ (طٰه ـ ٥٠)

"اس اللہ نے ہر ایک کو اس کی خاص شکل وصورت عنایت فرمائی پھر (رہنے سہنے کا) طریقہ سمجھا دیا"

و الذی قدر فهدی (الاعلی) "جس نے (ٹھیک ٹھیک) اندازہ کیا اور پھر راہ دکھائی" اس فطری ہدایت کی خلاف ورزی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ انسان کی مذکورہ ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایتِ وحی بذریعہ انبیاء ورسل بھیج دی۔

﴿انا هدیناه ما شاکرا و اما کفورا﴾ (الدهر ٣)
"ہم نے اسے راہ دکھائی اب وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا"
﴿جعلنا منهم ائمة یهدون بامرنا﴾ (السجده ـ ٢٤)
"ہم نے ان میں ایسے پیشوا بنادیئے جو لوگوں کو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے"

انسان با اختیار ہے

اس ہدایت الٰہیہ کے اتباع یا انکار کا انسان کو اختیار حاصل ہے۔ اور انسان کے اسی اختیار سے اُس کے لئے نیکی یا گناہ اور اجر یا عقاب مُرتب ہوتا ہے، انبیاء علیہم السّلام نے ہمیشہ انسان کو نظام امارت کے اُن اُصول وقواعد پر عامل ہونے کی تعلیم وتاکید فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائے گئے تھے۔ لیکن شیطان اور ترغیبات شیطانی کے قبول کرنے والے شیاطین الانس نے ہمیشہ ان الٰہی قوانین واُصول کی خلاف ورزی پر انسان کو آمادہ اور مبتلائے مصائب رکھنا چاہا۔ یہ حق وباطل کی کشمکش جس طرح انسان کے ہر شعبہ حیات میں موجود نظر آتی ہے اسی طرح نظم ونظام امارت کے معاملے میں میں بھی پورے جوش وخروش کے ساتھ برپا ہے۔ تعلیمات انبیاء کا منشاء تھا کہ انسانی آزادی محفوظ ہو۔ یعنی انسان صرف اللہ تعالیٰ کا مطیع ہو اور اُس کے خیال وعقیدہ۔ اعمال وافعال۔ املاک واموال اور اختیار وارادہ پر اللہ کے سوا کسی دوسرے انسان یا غیر اللہ کا کوئی دباؤ نہ ہو۔ سب کے انسانی حقوق یکساں ہوں۔ سب آزاد ہوں۔ سب کے لئے روحانی ودماغی وجسمانی ومالی ترقیات کے مواقع حاصل

ہوں اور سب کو اپنی اپنی سعی و کوشش کے نتائج ملتے رہیں اور دُنیا میں عدل قائم ہو کر ظلم وستم کا استیصال ہو جائے۔ لیکن شیطانی ترغیبات اور نفسانی خواہشات نے انسان کو ہمیشہ اِس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دوسرے انسانوں کے حقوق غصب کرے اور خود اُن سے متمتع ہو۔ دوسروں کے لئے دماغی و جسمانی ترقیات کے راستے بند کرے اور خود سب سے اونچا ہو جائے۔ دوسروں کی آزادی چھین کر اُن کو محکوم و مغلوب بنائے اور خود حکومت و آزادی کے مزے اڑائے، دوسروں کو احمق بنا کر خود کوس لمن الملکی بجانے۔ چنانچہ نمرود و فرعون اور اُن کی مخالفت کرنے والوں میں ابراہیم علیہ السّلام و موسیٰ علیہ السّلام کی مثالیں اگر توریت و قرآن مجید میں مذکور ہیں، تو ہندوستان کے برہمنوں کی قانون سازی، اچھوتوں کی بے چارگی، قدیم یونانی۔ اور قدیم رومی سرداروں کے محکوم اقوام پر مظالم۔ چنگیز و ہلاکو کی خونریزی وغیرہ تاریخوں کے صفحات میں مندرج اور موجودہ سفید فام اقوام کی ستم آرائیاں سیاہ فام لوگوں پر ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔

انسان کی فطری آزادی کا خاتمہ

اس ظلم وفساد کے علمبرداروں اور ڈکٹیٹر بننے کے خواہشمندوں کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ سب سے پہلے انسان کی فطری آزادی وحُریت کو ذبح کرنے کی تدبیریں سوچتے اوران تدبیروں کو فریب۔ دھوکا۔ لالچ۔ خوشامد۔ اظہار ہمدردی وغیرہ کے ذریعہ جس طرح ممکن ہو۔ قوت سے عمل میں لا کر اپنی پٹری جما لیتے اور قوت پا کر پھر انسانوں سے چوپایوں کی طرح کام لینا شروع کر دیتے ہیں اور اپنی اِس حاکمانہ و عاملانہ حالت کو مستقل اور دیرپا بنانے اور خطرات پیش آئندہ سے مامون ومصوٴن رہنے کے لئے ایسے ایسے قانون و مراسم تجویز کرتے اور اپنے محکوم ومعمول لوگوں کو بتدریج اور رفتہ رفتہ بجا آوری احکام پر اس طرح رضا مند کر لیتے ہیں کہ ان محکوموں اور اطاعت گزاروں کی حماقت راسخ ہو کر اُن کی کئی کئی پشتوں تک کو مسموم و ناکارہ بنا دیتی ہے۔

شیطانی تدبیریں

اِنہیں شیطانی کوششوں اور انہیں طاغوتی تدبیروں نے انسانوں کے فکر وعمل کو

یہاں تک ماؤف کیا کہ انہوں نے داعیانِ برحق کی دعوتِ حق کو سنکر بر ملا کہا کہ

﴿ما نرك الا بشرا مثلنا﴾ (ھود۔ ۲۷)

''ہم تو تمہیں اپنے جیسا انسان دیکھتے ہیں'' بعض نے کہا:

﴿ما لهذا الرسول ياكل الطعام و يمشى فى الاسواق﴾ (الفرقان۔ ۷)

''یہ کیسا رسول ہے جو کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے'' کسی نے کہا

﴿اجئتنا بالحق ام انت من الاعبين﴾ (الانبیاء۔ ۵۵)

''کیا واقعی آپ ہمارے پاس حق لے کر آئے ہیں یا یونہی مذاق کر رہے ہیں''

اطاعت مطلق جب اکیلے اللہ کی نہ رہے گی اور دوسروں کو انسان مطاع مطلق (ڈکٹیٹر) تسلیم کر لے گا تو یقیناً اُس کے فہم و تدبر اور عقل و فکر کی قوت مفلوج ہو کر اُس کے قوائے ذہنی اِس قدر پست و ذلیل ہو جائیں گے کہ وہ ہر معلم و مصلح کے لئے مافوق البشریت صفات کا مالک اور خدائی صفات سے موصوف ہونا لازمی سمجھے گا اور نبی یا رسول کا بشر ہونا اُس کی سمجھ میں نہ آئے گا۔ قرآن مجید نے اسی کو شرک قرار دیا ہے اور اسی شرک کی جڑ کاٹنے کے لیے رسول اعظم ﷺ سے اعلان کرایا ہے، کہ:

﴿ما انا الا بشر مثلكم يوحى الى﴾

''میں تو صرف تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں (فرق یہ ہے کہ) میری طرف وحی کی جاتی ہے''

شیطانی نظام حکومت کا اصل اُصول ہمیشہ یہ رہا ہے کہ بادشاہ کو تمام خدائی اختیارات سپرد کر دیئے جائیں، بادشاہ کو معبود اور عوام کو اُس کے عباد قرار دیدیا جائے۔ عوام اُس کے ایسے غلام ہوں جن کا کام صرف اس کے احکام کی تعمیل کرنا ہو۔ اور اُس کے افعال و اعمال پر کوئی اعتراض کوئی نکتہ چینی نہ ہو سکتی ہو اور عوام آلاتِ جمادی یا ذی روح چوپایوں سے زیادہ کوئی حق نہ رکھتے ہوں۔ شیطانی نظام حکومت انسانوں کی فلاح و بہبود کو صرف ایک شخص کے

اختیار میں مقید کر کے باقی تمام انسانوں کو اپنی فلاح و بہبود کے لئے کچھ سوچنے یا کچھ کرنے سے معطل کر دیتا اور اُس ایک شخص پر ایسا بھروسہ کرنے کے لئے مجبور کرتا ہے جیسا بھروسہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں کیا جا سکتا اور تمام انسانوں کو ایک شخص کا مطیع کامل یعنی مشرک بنا کر توحید باری تعالیٰ کے عقیدے کا تسمہ بھی لگا رہنے نہیں دیتا۔

الٰہی نظامِ امارت یعنی ہدایت وحی یا کتاب اللہ کے تعلیم فرمودہ نظام سلطنت کی بنیاد مشورے پر ہوتی ہے اور حاکم ومحکوم سب قانونِ الٰہی کے مطیع وفرمانبردار ہوتے ہیں :۔

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ (الشوری۔ ۳۸)
(ترجمہ اوپر گزر چکا ہے)

مجلس شوریٰ کی صفات

ماقبل و مابعد کی آیتوں کے ساتھ ملا کر اِس آیت کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس شوریٰ کے ارکان کے لئے بھی شرط لگا دی کہ وہ کتاب الٰہی کے ماننے والے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے والے اللہ پر بھروسہ قیامت پر ایمان رکھنے والے، عفو و درگزر سے کام لینے والے، اللہ ہی کے کامل فرمانبردار و عبادت گزار اور رضائے الٰہی کے لئے اپنے اموال خرچ کرنے والے ہوں اور ظالموں یا سرکشوں کے مقابلے کی ضرورت پیش آئے تو سب مل کر مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جانے والے ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرمایا کرتے تھے کہ "لا خلافة الا عن مشورة" (مشورہ کے بغیر خلافت و امارت جائز ہی نہیں ہے)

یعنی شخصی حکومت قطعاً ناجائز ہے۔ الٰہی سلطنت میں ہمیشہ عدل و انصاف کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور اطاعت الٰہی کو ہرگز فراموش نہیں کیا جاتا۔

﴿کونو قوّامین بالقسط﴾ (النساء۔ ۱۳۵)

"انصاف کے ساتھ سُلطانی وحکومت کرو"

﴿وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (الحجرات۔ ۹)

''اگر مُسلمانوں میں دو گروہ باہم لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کرادو پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تم اُس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے جب رجوع ہو جائے تو دونوں میں انصاف کے ساتھ صُلح کرادو' انصاف کا خیال رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہو۔''

امیر کی خصوصیات

الٰہی نظام سَلطنت میں جس شخص کو سربراہ کار۔ امیر یا خلیفہ یعنی قانون الٰہی کا نافذ کنندہ منتخب کیا جاتا ہے اُس میں تقویٰ اور علم اور جسمانی قوت کا ہونا ضروری ہے، انتخاب میں وراثت اور خاندانی خصوصیت کو کوئی دخل نہیں۔ مالدار اور دولتمند ہونے کا بھی کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔

﴿قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾ (بقرہ۔ ۲۴۷)

''فرمایا بلاشبہ اللہ نے اسے تم پر برگزیدہ کیا ہے اور علم اور جسم میں اس کو بڑا بنایا ہے۔'' ۔

الٰہی سلطنت اور اس کی خصوصیات

جو شخص نیکی میں بڑھ کر علم میں زیادہ اور طاقتور ہوگا وہ قانونِ الٰہی کی خوبی اور عُمدگی کے ساتھ فرمانبرداری کر سکے گا اور دوسرے لوگوں کو بھی قانونِ الٰہی کا فرمانبردار بنا سکے گا اور سلطنت اس طرح شخصی نہیں بلکہ قومی ہوگی اور قومی ہی نہیں بلکہ فطری اور انسانی ہوگی اور اسی کو الٰہی سلطنت کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اطاعت بہرحال کسی انسان کی نہیں بلکہ اللہ

ہی کے لئے خاص رہے گی۔

امن وامان کا قیام

الٰہی سلطنت میں کامل امن وامان قائم ہوتا ہے۔ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہونے پاتا اور فساد کے دروازے بکلی بند کردیئے جاتے ہیں۔

﴿لا تفسدوا فی الارض بعد اصلحها﴾ (الاعراف۔ ٥٦)

''زمین میں اس کی اصلاح ہوجانے کے بعد فساد برپا نہ کرو''

﴿ان الله لایصلح عمل المفسدین﴾ (یونس۔ ٨١)

''اللہ فساد کرنے والوں کے عمل کو کامیاب نہیں ہونے دیتا''

الٰہی سلطنت میں بے حیائی کی تمام باتیں فنا ہوجاتی ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (النور۔ ١٩)

''بے شک جو لوگ اہل ایمان میں برائی وفحاشی کا پھیلنا پسند کرتے ہیں تو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے''

سب سے مساوی سلوک

الٰہی سلطنت میں امیر وغریب اور شریف ووضیع سب انسان ہونے کی حیثیت سے یکساں طور پر محفوظ ہوتے ہیں اور سب کی جانوں کی یکساں طور پر حفاظت ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دولتمند یا عالی خاندان کسی مفلس یا پست خاندان والے کو ناحق قتل کردے تو اُس سے قصاص نہ لیا جائے اور سزا دہی میں اس کے ساتھ رعایت کی جائے۔

﴿وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ۔ ١٧٩)

"اے اہل عقل ودانش! قصاص میں تمہارے لئے بڑی زندگی ہے، شاید اس کے باعث تم (قتل ناحق سے) بچتے رہو گے"

قتل وخونریزی کی روک تھام

الٰہی سلطنت میں کسی کو کسی انسان کے ناحق قتل کرنے کی جرأت نہیں رہتی اور قتل و خونریزی کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط﴾ (المائدہ ـ ۳۱)

"جو شخص کسی کو بغیر کسی مقتول کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا"

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الا نعام ـ ۱۵۲)

"اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے، مگر حق کے ساتھ"

غیر مسلموں سے سلوک

الٰہی سلطنت میں ہر شخص اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے تیار رہتا اور دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کو اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہے اور قوم آرام طلب اور عیش پسند ہونے کی جگہ مستعد اور صعوبت کیش ہو جاتی اور عزت کی مالک بن جاتی ہے۔ الٰہی سلطنت میں غیر مسلموں اور دوسری قوموں کے ساتھ بھی انسانیت وشرافت کا مساوی سلوک کیا جاتا ہے۔ کسی غیر قوم پر جب تک کہ دوسری قوم کی طرف سے زیادتی نہ ہو ظلم وزیادتی کی ہرگز اجازت نہیں ہوتی بلکہ عدل کو سب کے لئے یکساں رکھا جاتا ہے :-

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ (الممتحنہ ـ ۸)

"اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں اپنے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے بڑے بڑے احسان کرو اور ان سے انصاف کرو۔ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے"

ہر شخص رضائے الٰہی کے حصول کا طالب

الٰہی سلطنت میں مدافعت اور مقابلہ کی جنگی طاقت کا منبع دلوں کا ایمان اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنیکا جوش وشوق ہوتا ہے اور ہر مستطیع شخص یکساں طور پر جنگی خدمات بجالانے پر مستعد وآمادہ رہتا ہے۔

﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (انفال ـ ٦٠)

"اپنی طاقت وقوت کے مطابق ان کے لئے تیاری کر رکھو"

﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِمَّا فِدَاءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾ (محمد ـ ٤)

"جب کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ان کی گردنوں پر وار مارو یہاں تک جب تم انہیں خوب قتل کر چکو تو باقی ماندہ کو قیدی کر کے اچھی طرح سے باندھو اس کے بعد انہیں ان پر احسان کرتے ہوئے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ جنگ بند ہو جائے"

جمع مخاطب کے صیغے صاف بتا رہے ہیں کہ ہر مُسلمان مخاطب اور رضا کارانہ خدمات جنگی انجام دینے اور معاملات کے سمجھنے کے لئے مکلّف اور امیر سب کے مشورے سے کام کرنے کے لئے مجبور ہے، یہ نہیں کہ صرف ایک امیر جس طرح اُس کا جی چاہے کرے اور عام مُسلمان بالکل بے خبر اور غیر ذمہ دار رہیں۔

غیر الٰہی سلطنت

غیر الٰہی یا شیطانی سلطنت میں فرعون سیرت بادشاہ لوگوں سے ناجائز طور پر وصول کئے ہوئے روپے، اور شاہی خزانے کے ذریعے لوگوں کو نوکر رکھ کر اپنی فوج تیار کرتا اور اپنی خواہش کے موافق ان

تنخواہ دار سپاہیوں کو جہاں چاہتا ہے اِستعمال کرتا ہے۔ وہ نہ کسی سے مشورہ لینے کے لئے مجبور ہوتا ہے اور نہ مشورہ پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے، الٰہی سلطنت میں جنگی طاقت کسی کو ناجائز طور پر ستانے، لوٹنے اور مارنے کے لئے اِستعمال نہیں ہو سکتی۔ لیکن شیطانی سلطنت میں یہ سب کچھ ہو سکتا ہے اور خودمختار بادشاہ جہاں چاہتا ہے طاقت کو استعمال کرتا ہے۔

﴿ وَاِذَاتَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَفِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ (البقره۔ ٢٠٥)

"اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"

حکمرانوں کی بدخصلتیں

شیطانی سلطنت کا فرمانروا بلاوجہ اور ناحق لوگوں کو نقصان پہنچا سکتا اور اُن کی جانوں، مالوں اور عزتوں کو خطرہ میں ڈال سکتا ہے۔ ایک بت پرست اور ستارہ پرست عورت نے جو خود بھی فرمانروا تھی ان الفاظ میں خودمختار ڈکٹیٹروں کا نقشہ کھینچا ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ:-

﴿اِن الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذله﴾ (النمل۔ ٣٤)

"جب بادشاہوں کا کسی آبادی پر دخل ہو جاتا ہے تو اُس کو تباہ و برباد اور اُس کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔"

شیطانی سَلطنت کے مطاعِ مُطلق اور مختار ناطق فرمانروا کو اگر کوئی نصیحت کی جاتی ہے اور اطاعتِ الٰہی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ اپنے پندار و غرور اور تکبر کی وجہ سے اور بھی زیادہ اکڑتا اور پیچ و تاب کھا کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ (البقره۔ ٢٠٦)

"اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو تکبر اور تعصب اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا

ہے۔اس کو جہنم ہی کافی ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے"

حالانکہ الٰہی سلطنت کے امیر یا خلیفہ کے پیش نظر ہمیشہ یہ حکم الٰہی رہتا ہے۔

﴿فلا وربك لَا يؤمنون حتّٰى يحكموك فيما شجر بينهم ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ اَنْفُسِهِم حرجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء۔٦٥)

شیطانی سلطنت کا مُطلق العنان بادشاہ ہمیشہ اس بات کا خواہشمند رہتا ہے کہ لوگوں پر اُس کو ایسا اختیار و اقتدار حاصِل ہو جائے کہ اُس کے اشارہ پر اپنی جانیں قربان کرنے لگیں۔

جیسا کہ حسن بن صباح نے (جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے) ایسے حمقا فراہم کر لئے تھے کہ وہ اُس کے اشارہ پر اپنی جانیں ہلاک کر دیتے تھے۔لیکن الٰہی سلطنت کے امیر کو کبھی بھول کر بھی اِس کا خیال نہیں آ سکتا اس لئے کہ جانتا ہے کہ یہ اختیار اللہ کے سوا کسی انسان کو ہرگز ہرگز حاصِل نہیں ہو سکتا۔

الٰہی سلطنت میں قوم کے ہر شخص کو دخل و اختیار حاصِل ہوتا ہے اور ہر شخص معاملات امارت میں حصّہ لے سکتا ہے، کیونکہ امارت وسلطنت قوم کی ہوتی ہے اور قوم کو محفوظ و طاقتور بنانے کے لئے ہوتی ہے کسی ایک شخص یا ایک خاندان کی ہوس رانیوں کا آلہ کار نہیں ہوتی۔

﴿ یا قوم اذکروا نعمة الله علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا﴾ (المائدہ۔٢٠)

''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے تم میں پیغمبر بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا''

نبی یعنی قانون الٰہی کا لانیوالا ہر شخص نہیں ہو سکتا اس لیئے'' جعل فیکم انبیاء'' فرمایا اور چونکہ سلطنت میں ہر شخص حصّہ دار اور شریک ہوتا ہے لہٰذا ''جعلکم ملوکا'' فرمایا :-

شیطانی سلطنت کا فرمانروا اپنے آپ کو فرعون اور خدائی صفات کا موصوف بنانے کی

کوشش کرتا اور دوسروں کو ذلیل و کم حیثیت سمجھ کر اپنے دروازے پر پہرے بٹھاتا اور بلا اذن و پروانگی کوئی اُس کے پاس نہیں پہنچ سکتا لیکن الٰہی سلطنت کا فرمانروا ہمیشہ اپنے آپ کو انسان اور دوسروں کا خادم تصور کرتا۔ ہر شخص ہمہ اوقات اُس کے پاس پہنچ سکتا اور اُس سے قیامِ عدل کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

﴿وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ﴾ (الانبیاء۔ ۷۸)

"اور داؤد اور سلیمان کو یاد کیجئے جبکہ وہ کھیت کے معاملہ میں فیصلہ کر رہے تھے کہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو اس میں چر چگ گئی تھی اور ہم ان کے فیصلہ میں حاضر تھے"

غرض جہاں تک کھوج لگاؤ گے اور قرآن مجید میں جس قدر تدبُّر کرو گے یہی ثابت ہوگا کہ الٰہی سلطنت اور اللہ تعالیٰ کے منشاء کے موافق قائم شدہ نظامِ امارت میں کسی انسان کو قطعاً مختارِ مُطلق یا ڈکٹیٹر تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور قرآن مجید اس کو شرک اور ظلم عظیم قرار دیتا ہے۔ اور سچا پکّا مُسلمان ایک منٹ کے لئے بھی اس کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ الٰہی سلطنت ایک پختہ قانون یعنی کتاب و سنت کے مَاتحت قائم ہوتی ہے اور انسانوں کو صرف اللہ کا فرمانبردار بنا کر ہر قسم کی غلامی سے آزاد کر کے سب کو بادشاہ بنا دیتی ہے۔ لیکن غیر الٰہی سلطنت ہمیشہ کسی انسان کو اللہ کا قائم مقام اور مختارِ مطلق بناتا اور باقی تمام انسانوں کی آزادی کو فنا کر دینا چاہتی ہے۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ عالمِ انسانیت کو کتاب و سُنّت کی حقیقی تعلیم سے واقف و آگاہ بنادیا جائے تاکہ الٰہی سلطنت کے قیام میں کوئی دُشواری اور رُکاوٹ باقی نہ رہے۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

حماقت یا شرارت کی راہ سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب اطاعت اللہ کے سوا کسی کی نہ ہوئی تو نظم اور نظام کیسے قائم ہوسکتا ہے اور امارت یا سلطنت ہی کا نہیں بلکہ گھروں کی معاشرت کا انتظام بھی درہم برہم ہوسکتا ہے یہ اعتراض وہی شخص کرسکتا ہے جو قرآن مجید سے قطعاً ناواقف اور اسلام کی حقیقت سے بالکل ناآشنا اور بات کے سمجھنے کی مُطلق اہلیت نہ رکھتا ہو۔ تاہم اِس کا جواب ضرور ہونا چاہئے سنیئے۔ اِسلام نے کتاب و سُنّت کو ہر شخص کے لئے

واجب الا تباع قانون قرار دیا ہے۔ یعنی سب کو اللہ و رسول ﷺ کا مطیع اور صرف ایک قانون کا فرمانبردار بنانا چاہا ہے، اس ایک قانون کو متبوع و مطاع بنا کر سب کی اتباع و اطاعت سے آزاد کر دیا ہے۔ اسلام کے اس کامل و مکمل قانون میں تمام ضروری اطاعتوں کی حدود۔ اقسام اور پیمانے موجود ہیں کہ کس کس کو کس کس کی کہاں کہاں کتنی کتنی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اسلام کے قانون (کتاب وسُنّت) کی کامل اطاعت میں معاشرتی و اخلاقی، تمدنی ہر قسم کے نظامات اِس خوبی وخوش اسلوبی سے قائم ہو جاتے ہیں کہ کسی دوسری طرح ممکن ہی نہیں تمام ضروری حدود و قیود متعین و مدون ہیں اور کسی قسم کی کوئی خرابی و بدنظمی پیدا ہی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اب کوئی انسان ایسا قانون نہیں بنا سکتا جس کی اتباع و اطاعت فرض قرار دی جا سکے اور کوئی انسان کتاب وسنت کے خلاف ایسا حکم جاری نہیں کرسکتا۔ جس کی تعمیل مسلمان پر فرض ہو بلکہ مُسلمان کا فرض یہ ہے کہ اُس مخالفِ کتاب وسُنت قانون کو رد کر دے اور اُس کی مُخالفت کرے اور اپنی آزادی کو ہرگز مجروح نہ ہونے دے۔ مُسلمانوں کی قوم کتاب وسُنّت ہی کی اطاعت میں اپنا امیر یا امام یا خلیفہ یا سُلطان ایسے شخص کو منتخب کرتی ہے جو کتاب وسُنّت کے قانون کو نافذ کرنے اور لوگوں کو کتاب وسُنّت کا عامل بنانے کی اہلیت و قابلیت رکھتا ہو۔ مُسلمان کتاب وسنت ہی کے احکام کی تعمیل میں اپنے امیر۔ اپنے رئیس العسکر۔ اپنے قاضی اور اپنے بادشاہ کے احکام کی پُوری پُوری تعمیل و اطاعت کرتے ہیں اور جب اُن کو ذرا بھی شبہ گزر جائے کہ ہمارا امیر کتاب وسنت کے خلاف چل رہا یا مخالفِ کتاب وسنت حکم دے رہا ہے تو کتاب وسنت ہی کی تعمیل میں اُس امیر سے جواب طلب کرتے اور اُس کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیتے ہیں جب تک کہ وہ اپنے عمل اور اپنے حکم کو کتاب وسنت کے موافق ثابت نہ کر دے۔ اگر وہ کتاب وسنت کی مخالفت اور اپنے حکم پر اڑا رہے تو پھر اُس کو ایک مُجرم کی حیثیت سے معزول اور سیدھا کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کا امیر بھی بالکل اُسی طرح کتاب و سنت کی اطاعت پر مجبور ہے جس طرح ہر شخص۔ یہ سراسر شیطانی اور نفسانی تخیل ہے کہ عام مُسلمانوں کے لئے تو کتاب وسنت حجت ہو اور امیر المسلمین کے لئے حُجت نہ ہو۔ چنانچہ ایسے ہی موقع کیلئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ:۔

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾

''یعنی اگر کسی بات میں تمہارا اور تمہارے امیر کا تنازع ہو تو اُس معاملے کو اللہ اور رسول ﷺ یعنی کتاب وسُنّت پر پیش کر کے فیصلہ کر لو اور جو کتاب وسُنّت کا حُکم ہو اُس پر عمل کرو۔''

صدیقی و فاروقی خلافت

اور یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعتِ خلافت کے بعد ہی اپنی سب سے پہلی تقریر میں اعلان فرمایا کہ"۔

(ایُّها النّاس قد ولیت عَلَیْکُمْ وَلَسْتُ بخیرکُمْ فَاِنْ اَحْسَنْتُ فَاَعِیْنُوْنِیْ وَاِنْ اَسَأْتُ فَقُوْمُوْنِیْ الصّدق امانة وَالْکِذْبُ خیانة والضعیف فیکم قویٌّ عندی حتیّٰ اخذ له حقه والقویٌّ ضَعِیْفٌ عندی حتیّٰ اخذ منه الحق ان شَاء اللّٰه تعالیٰ۔ لَا یدع منکم الجهاد فانه لایدعه قوم الا ضربهم اللّٰه بالذل اطیعونی ما اطعت الله وَرَسُوْله فاذا عصیت اللّٰه ورسوله فَلاطاعة لی علیکم)

لوگو! میں نے تمہارا سرپرست و امیر ہونا تسلیم کر لیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں اچھا اور نیک کام کروں تو میری مدد کرو اور اگر کہیں ڈگمگا جاؤں تو مجھے ٹھیک کر دو راستی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں اُس کا حق اُسے نہ دلوادوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اُس سے کمزور کا حق نہ وصول کر لوں انشاء اللہ تعالیٰ تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرو کیونکہ جو قوم اس کو ترک کر دیتی ہے اللہ اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔ میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں اگر میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر تم میری اطاعت نہ کرو"۔

اپنی اسی تقریر میں آپ نے یہ بھی فرمایا:۔

"جب قرآن نازل ہو چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا طریق و سنت دکھا کر راستہ بتا دیا اور ہم کو سکھا دیا ہے تو پھر دُشواری ہی کیا باقی رہی"۔

یہ بھی فرمایا کہ:۔

"میں کتاب و سُنّت کی اتباع کرنے والا ہوں اپنی طرف سے نئی باتیں نکالنے والا نہیں ہوں۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مالک بن عروہ کی روایت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس تقریر کو اپنی تاریخ الخلفاء میں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :۔

"حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ،فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ان شرائط کے سوا (جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر میں بیان کی ہیں)مُسلمانوں کا امام یا امیر نہیں ہو سکتا"۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طریقہ کار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت تھی کہ جب کوئی معاملہ پیش آتا تو قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ،قرآن مجید میں وہ صورت موجود نہ ہوتی تو حدیث سے فیصلہ کرتے اگر حدیث بھی نہ ہوتی تو اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ کو جمع کرتے اور اُن کے اتفاق رائے سے جو امر قرار پاتا اُس کے مطابق فیصلہ کرتے یہ نہیں کہ مختار مطلق کی حیثیت سے جو جی آتا حکم صادر فرما دیتے ،حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا تقریر کے ایک ایک لفظ پر غور کرو اور دیکھو کہ کس طرح حُرّیت و مساوات انسانی کی شعاعیں نکل رہی ہین اور نسلِ انسانی کے لئے یہ الٰہی حکومت کس قدر تسکین بخش اور راحت رساں ہو سکتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے واقعات میں فتح دمشق کے ایک واقعہ سے اسلامی نظام حکومت پر خوب روشنی پڑتی ہے اور نہایت صفائی کے ساتھ اطاعتِ امیر کی حدود معلوم ہو جاتی ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور دوسرے جلیل القدر صحابیوں نے شہر دمشق کے بازار چوک میں جو گفتگو

ہوئی وہ بہت کچھ اطاعت امیر کا فیصلہ کر دینے والی ہے۔

حضرت خالد بن ولید کا سپہ سالاری سے معزول ہونا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید کے تعلقات کا کشیدہ ہونا۔ حضرت خالد بن ولید کو سپہ سالاری سے معزول اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اُن کی جگہ سپہ سالار اعظم بنانے والا حکم یرموک میں پہنچایا دمشق میں، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو کس وجہ سے معزول کیا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے غلطیاں سرزد ہوئیں یا نہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو مورخین میں مختلف فیہ رہی ہیں۔ لیکن فتح دمشق کے متعلق جس واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے اُس کے اُس اثر اور نتیجہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جس کو اس جگہ بیان کرنا مقصود ہے۔

فتح دمشق کا واقعہ

مسلمانوں نے دمشق کا محاصرہ ستر دن تک برابر جاری رکھا۔ دمشق کے مختلف دروازوں پر مختلف سردار اپنا اپنا لشکر لئے ہوئے پڑے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ باب شرقی پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ باب جابیہ پر۔ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ باب صغیر پر۔ شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ باب توما پر۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ باب الفرادیس پر۔ عبس بن مہبیرہ باب الفرج پر خیمہ زن تھے اور ضرار بن الازور دو ہزار فوج کے ساتھ گشت و گرداوری میں مصروف رہتے تھے۔ آخر محاصرہ کی سختی سے اہل شہر تنگ آ گئے۔ اس تمام اسلامی لشکر کی تعداد پچاس ہزار تک بیان کی جاتی ہے جس میں ایک ہزار اصحاب نبویؐ اور ایک سو بدری حضرات شامل تھے۔ شہر والوں کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شدت اور امین الأمت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی کا حال معلوم ہو چکا تھا۔

اہل شہر نے آپس میں مشورہ کر کے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے صلح کا سلام پیام کرنا چاہا چنانچہ ایک دن آدھی رات کے وقت باب جابیہ سے اہل دمشق کے چند رئیس نکلے اور آواز دی کہ ہم تمہارے سردار کے پاس صلح کی غرض سے جانا چاہتے ہیں۔ اُس وقت حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ پہرہ دے رہے تھے وہ آگے بڑھے اور اُن کو ہمراہ لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ وہاں شہر والوں کے جان و مال کی حفاظت

کی شرط پر شہر سپرد کر دینے کا معاہدہ لکھا گیا اور صبح طلوع آفتاب کے وقت شہر کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ مع ہمراہیوں کے شہر میں امن و امان کے ساتھ داخل ہونے اسی طرح اور بھی کئی دروازوں سے سرداران لشکرِ اسلام شہر میں داخل ہونے لگے۔ ادھر اسی شب میں یونس بن مرقس نامی ایک دمشقی نے جس کا مکان باب شرقی کے متصل تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شہر میں داخل ہونے کا موقع بہم پہنچا دیا اور وہ باب شرقی سے بزور شمشیر شہر میں داخل ہوئے۔ اور وسط شہر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ متخالف سمتوں سے آتے ہوئے ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے اور یہیں بعض دوسرے سردار بھی آ ملے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں کو شمشیر بکف دیکھ کر کہا کہ شہر عہد نامہ کی رو سے امن میں ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں ہم نے بزورِ شمشیر فتح کیا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم شہر والوں کی جان و مال کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو طیش آیا اور اُنھوں نے اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ لینا ان مشرکوں کے حامیوں کو۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ اے اصحابِ رسول اللہ ﷺ لینا اِن ذمیوں پر ہاتھ اٹھانے والوں کو۔ قریب تھا کہ مُسلمانوں کی دونوں فوجوں میں تصادم ہو جاتا۔ لیکن فوراً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے اصحاب نبوی ﷺ سڑک کے عرض میں صف باندھ کر کھڑے ہو گئے اور ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر حملہ کا موقع نہیں دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر تمام اصحاب نبویؐ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو برحق سمجھتے ہیں اور میری سپہ سالاری اور امارت کو مطلق خاطر میں نہیں لاتے حیران و ششدر ہو کر رہ گئے اور انہوں نے کہا کہ اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ میں امیر ہوں اور آپ میرے ماتحت ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ ہاں آپ امیر ہیں۔ لیکن ایک مُسلمان کا عہد تمام مسلمانوں کا عہد ہے۔ اور ایک مُسلمان نے اسلام کی بہتری کو مدنظر رکھ کر جو معاہدہ کیا ہے اُس کی پابندی تمام مُسلمانوں پر لازمی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اِس وقت اولی الامر ہوں اور میری اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے۔ اس کے جواب میں حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اولی الامر کی اطاعت صرف اُس وقت تک واجب ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کے حکم کے خلاف نہ ہو

اور یہ آیت پڑھی:۔

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ ....الخ﴾

یہی بات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کہی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں عہدنامے پر دستخط نہ کروں؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا عہدنامہ پھر بھی نافذ رہے گا۔ کیونکہ میں شہروالوں کو امن دے چکا ہوں۔ چنانچہ شہر والوں کو امن ہی دیا گیا اور یہ معاملہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق لکھ کر خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں روانہ کیا گیا اور لشکر اسلام نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں کی یہ روئداد جب مدینہ پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو چکے تھے اُن کے سامنے پیش ہوئی اور انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کر کے اُن کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار اعظم بنادیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اتباع سنت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خلیفہ ہو کر سب سے پہلے ایسا ہی اعلان کیا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول تھا کہ:۔

"رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَءًا اَهْدٰى اِلَىَّ عُيُوْبِىْ"

''اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم کرے جو میرے عیوب میرے پاس تحفہ میں بھیجتا یعنی میرے عیب مجھ پر ظاہر کرتا ہے''

چند واقعات

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے مہر کی مقدار زیادہ مقرر کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرما کر مہروں کی مقدار محدود کرنے کا حکم دیا ایک صحابیہ رضی اللہ عنہ نے سُن کر فوراً ٹوکا اور اظہار مخالفت کیا اور کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ تو کون ہوتا ہے کہ اللہ کی

دی ہوئی رخصت اور اجازت کو غصب کر سکے اور یہ آیت پڑھی:۔

﴿وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ إِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (النساء۔ ۲۰)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سُن کر فوراً اپنے حکم کو واپس لیا اور اظہارِ مسرّت کے طور پر فرمایا کہ مدینہ کی عورتیں بھی عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہہ ہیں۔

ایک مرتبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عاملِ عراق حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ مُسلمان عیسائی عورتوں سے شادیاں کریں، لہٰذا مُسلمانوں کو روک دو کہ وہ ایسا نہ کریں، اُنھوں نے جواب میں لکھا کہ یہ آپ کی ذاتی رائے ہے یا حُکم شرع ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہم آپ کی ذاتی رائے کے ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں! چنانچہ اُن کی رائے نہیں مانی گئی اور مُسلمان برابر عیسائی عورتوں سے شادیاں کرتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ عاملِ مصر کو ایک تہدید آمیز خط لکھا اُنھوں نے بھی نہایت دلیری اور آزادی کے ساتھ تُرکی بتُرکی جواب دیا۔ لیکن جب ایک دوسرے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو سزا دی تو چونکہ وہ قانونِ شرع کے موافق تھی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اُف بھی نہ کر سکے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہاوند کی جنگ میں سپہ سالار بنا کر بھیجنا چاہا۔ لیکن اُنھوں نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کو ہر اہم کام میں ضرور شامل کرتے تھے اور اس کے بعد بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہا۔

ملک شام میں جب وبائے طاعون نمودار ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا اور اسلامی لشکر کی چھاؤنی کو پہاڑ پر نہیں لے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر اعتراض کیا اور کہا

کہ آپ کا یہ حکم ماننے کے قابل نہیں ہے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی اگر چہ یہ ایک اجتہادی غلطی تھی لیکن انہوں نے جس چیز کو صحیح سمجھا اُسی پر عمل کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کو کتاب وسنت کے خلاف سمجھ کر اُس پر عمل نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر چڑھے اور کہا کہ صاحبو! اگر میں دُنیا کی طرف جُھک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ مجمع سے فوراً ایک شخص کھڑا ہو گیا اور تلوار میان سے کھینچ کر بولا کہ تمہارا سر اُڑا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس کے آزمانے کے لئے ڈانٹ کر کہا کہ کیا تو میری شان میں یہ الفاظ کہتا ہے اُس نے پُوری جرأت و دلیری سے کہا کہ ہاں ہاں تمہاری شان میں کہہ رہا ہوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ الحمد اللہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھ کو سیدھا کر دیں گے۔

اسی طرح مالِ غنیمت کی چادروں کا مشہور قصہ ہے کہ ایک شخص نے سرِ منبر آپ کو ٹوک دیا اور آپ کو صفائی پیش کرنی پڑی اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی گواہی گزر چکی تو اُس نے کہا کہ ہاں! اب ہم آپ کی بات سُنیں گے اور مانیں گے۔ اُس پر بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلق ناخوش نہیں ہوئے۔

یہی حق گوئی وحق پسندی وحق پرستی تھی جو اسلام نے ہر شخص میں پیدا کرنی چاہی ہے اور اسی پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے اور اسی طرح دُنیا میں حق قائم ہو سکتا ہے اور یہی حُریت و مساوات تھی جس نے عربوں کو تمام دُنیا کا فاتح بنا دیا تھا۔

مسلمانوں کی بدقسمتی

لیکن مسلمانوں کی بدنصیبی کس درجہ ترقی کر چکی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حکومتِ الٰہی کے اندر" رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کے خطاب یافتوں اور قیامت کے لئے نجوم ہدایت بن جانے والوں اور اپنی آزادی وحُریت اور خُدا پرستی کے بہترین نمونے کہلانے والوں کی نسبت آج اپنی خود تراشیدہ امارت کا ایک مُدعی انتہائی بدتمیزی کے ساتھ "بدبخت اور بدنیت" کے الفاظ اِستعمال کرتا اور حاسد اور فتنہ پسند کے نام

سے یاد کرتا ہے اور اطاعت الٰہی کی طرف بُلانے والوں کے لئے سب وشتم کے انبار لگاتا چلا جاتا اور اپنے جاہل اور حقیقت اسلام سے ناواقف مُریدین ومتبعین کی لئے اپنے مخالفوں کو قتل کر دینے تک کی ترغیبات بھی ساتھ ساتھ فراہم کرتا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی اس بدنصیبی کا صحیح اندازہ اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ جو لوگ مُسلمانوں میں علم وفضل کے اعتبار سے شہرت رکھتے ہیں وہ عموماً گونگے ہو گئے ہیں وہ طوفانِ بدتمیزی کے تلاطم کو دیکھتے اور مسلمانوں کی بے عملی اور قوائے ذہنی کے انتشار سے واقف ہیں مگر مسلمانوں کو سیدھے راستے کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کتاب اللہ اور سُنت رسول اللہ ﷺ کا پیغام لے کر نہیں اُٹھتے حالانکہ اپنی اس خاموشی کے نتائج کی خطرناکی کا احساس بھی رکھتے ہیں۔ لیکن اپنی جان کی خیر مناتے اور دُنیا کے متاعِ قلیل اور دُنیا کے عیشِ فانی کی محبت وحفاظت کو زیادہ قیمتی سمجھنے لگے ہیں۔

حق کی برہنہ تلوار

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلط کاروں کو سزا دینے میں بڑے مستعد تھے اور کتاب وسنت کی مخالفت کو ایک منٹ کے لئے برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ اس پر اُمتِ مرحومہ کا اتفاق ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اِسلامی اخلاق کی مجسم تصویر تھے اور اسی طرح دوسروں کو بنانا چاہتے تھے۔ جو شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل اور نمونہ امارت کو جس قدر غلط اور قابلِ اصلاح قرار دیتا ہے وہ خود اسلام اور حقیقتِ اسلام کے سمجھنے سے اُسی قدر دُور ومجبور ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پابندئ شرع اور قیامِ حق کے معاملے میں نہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی رعایت کی اور نہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کسی غلطی پر درگزر کی۔ اُنھوں نے اپنی طرف سے کوئی نئی چیز ایجاد نہیں کی اُنہوں نے صرف کتاب وسُنت ہی کے قانون کو نافذ کیا اور اسی لئے وہ سب سے زیادہ کامیاب امیر تھے اُنھوں نے خود عام لوگوں کے سامنے اعلان فرما دیا تھا کہ:

(اِنِّی اُشْهِدُکُمْ علٰی اُمَرَاءِ الْاَمْصَارِ اِنِّیْ لَمْ اَبْعَثْهُمْ اِلَّا یُفَقِّهُو

النَّاسَ فِيْ دِيْنِهِمْ)

''میں تم لوگوں کو اِس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ میں نے شہروں اور صوبوں کے امیر اس لئے مقرر کر کے بھیجے ہیں کہ وہ لوگوں کو دین سکھائیں یعنی احکامِ الٰہی کا فرمانبردار بنائیں''

یہاں تک کہ وہ فوجوں کے سپہ سالار اور افسر بھی اُنہیں لوگوں کو مقرر کرتے تھے جو حقیقتِ اسلام اور دینی احکام سے زیادہ واقف اور زیادہ متبع کتاب و سنت ہوں۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ، بہترین مدبر و منظم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نظمِ حکومت۔ ضبطِ رعایا۔ انتظامِ سلطنت اور امانِ مملکت کے معاملے میں ساری دُنیا کے حکمرانوں، بادشاہوں، امیروں، سُلطانوں اور صدور کے لئے بہترین نمونہ تسلیم کئے جاتے ہیں اور قریباً ہر مُلک اور ہر قوم کے عالموں، مصنفوں، قانون دانوں اور لیڈروں نے اُن کو بہترین فرمانروا۔ بہترین عادل بہترین ہمدردِ خلائق اور بہترین مدبّر و منتظم تسلیم کیا ہے۔ وہ اقوام عالم میں تمام فوجی۔ مالی۔ دیوانی۔ مجسٹریٹی اور عدالتی نظامات کے مُوجد سمجھے جاتے ہیں اور مُسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ غیر مسلموں نے بھی اُن کی خلافت وحکومت کو بہشتی سلطنت اور الٰہی حکومت مانا ہے اور غیر مسلم مصنفین نے روئے زمین کے مقنّنوں میں اُن کو صدر نشین تسلیم کیا ہے لیکن کیا کسی رحم مادر میں کوئی ایسا نطفہ اب تک قرار پا سکا ہے جو اس جہانِ آب وگل میں پیدا ہو کر اور نشوونما پا کر اور خوب ہوشیار و چالاک اور چاق و چست ہو کر یہ ثابت کر سکے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور امارت کے آئین وقوانین کتاب وسنت کے خلاف یا کتاب وسنت کے غیر تھے یا کتاب وسنت سے ماخوذ ومستنبط نہ تھے یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختار ناطق اور مطاعِ حق کی حیثیت سے حکومت کی اور وہ اپنے اعمال وافعال واحکام میں غیر مسئول اور کتاب وسنت کے آگے جوابدہ نہیں سمجھے جاتے اور مسلمان اُن کو اللہ کی "مانند لاشریك فی حكمه احداً" کا مصداق سمجھتے تھے۔

اگر یہ ممکن نہیں تو پھر لوگ یہ کس قدر لغو اور بیہودہ دعاوی کر رہے ہیں کہ اِسلام میں

امیر کی اطاعت مطلق اور بلاقید و بلاشرط ہے اور صدر اسلام میں امرائے اسلام کو اختیار ناطق حاصل تھا اور امیر کی اطاعت بلاقید و شرط ہے۔

ایک دوسرا اعتراض

یہ کہنا کہ کتاب وسنت کی اتباع کا مطالبہ امیر سے ہر شخص ہمہ اوقات کیسے کر سکتا ہے اور قرآن کھولے ہوئے ہر وقت کون امیر کے پیچھے پیچھے پھر سکتا ہے ایسی ہی بیہودہ اور ناقابل التفات ہے جیسا کسی شخص نے فان تنازعتم کے متعلق کہا تھا کہ اگر امیر سے تنازع کرو گے تو چونکہ فوج کی طاقت امیر کے ہاتھ میں ہے لہٰذا ایک طرف رعایا ہوگی اور ایک طرف امیر کی فوجی طاقت ہوگی اور بڑا فساد برپا ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ خاموش ہو رہو اور امیر کو کتاب و سنت کی خلاف ورزی پر قائم رہنے دو۔ جس طرح موخر الذکر نے امیر کی فوج اور مسلم عوام کو دو الگ الگ ایک دوسرے سے اجنبی گروہ فرض کرنے اور الٰہی قانون کو ''نعوذ باللہ'' بے معنی اور بیکار قرار دینے میں اسلام سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دے کر اپنے آپ کو ناقابل خطاب بنا لیا ہے اسی طرح اوّل الذکر کو یہ بھی خبر نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ہمہ اوقات قرآن مجید کھولے ہوئے، اُن کے پیچھے پیچھے پھرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی حالانکہ ان کا ہر حکم اور ہر فیصلہ کتاب وسنت ہی کی کسوٹی پر پرکھا جاتا تھا اور وہ ہرگز مطاع مطلق نہ تھے۔

اِسلامی نصب العین اور ایک عظیم الشان فریب

مُسلمانوں کے نفس پرست عالم نما مولویوں، واعظوں اور فریب باز جاہل پیروں نے اپنی اغراضِ ذاتی کے لئے دُنیا کی بے ثباتی اور اسباب معیشت کی طرف سے بے رغبتی پیدا کرنے والے مواعظ کی لے کو اس قدر حد سے زیادہ بڑھا دیا کہ اس حقیقت کو کہ دُنیا کی تمام چیزیں انسان کے فائدے اور کام میں لانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں بالکل بھلا دیا اور:۔

﴿تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا﴾ (الانعام-۹۲)

کے مصداق بن گئے چنانچہ مُسلمانوں میں تعلیم اسلام کے خلاف رہبانیت اور سادھو پن نے نشوونما پانی شروع کردی اور حقیقتِ اسلام سے جُدا ہونے لگے۔

تعلیمات اسلام سے دوری کا نتیجہ

اِس طرح شیطانی تعلیمات کے تتبع اور تعلیمات الٰہیہ سے غافل ہوکر اُس کے نتیجے میں روز بروز افلاس، بے عملی، تن آسانی، سُستی، بُزدلی وغیرہ میں مبتلا ہوئے۔ سلطنتیں چھن گئیں، سامانِ معیشت کے دروازے تنگ ہوگئے، فطری ضرورتوں اور ناگزیر احتیاجوں نے اخلاق کی بُلندی کو پستی سے تبدیل کر دیا اور دمبدم ایک قابل عزت قوم کی جگہ ذلیل قوم بننے لگے اور اسلام کی نسبت یہ غلط تصور قائم ہوا کہ وہ انسان کو دُنیا میں تباہ حال و فاقہ مست اور ذلیل ورسوا رکھنا چاہتا ہے اور اس کے معاوضے میں جنت کا وعدہ کرتا ہے اور مسلمانوں کو جنت کے حاصل کر لینے کی لئے بخوشی یہ ذلتیں برداشت کرنی ضروری ہیں اور اپنی اس بے سامانی اور تباہ حالی کو سامانِ اُخروی یقین کر کے وظیفہ خوانی۔ سبحہ گردانی اور چلہ کشی میں مصروف رہنا چاہئے حالانکہ یہ تصور سراسر غلط اور تعلیماتِ قرآنی کے بالکل خلاف تھا۔

جاہل اور گمراہ گروہ

اِس کا ردِ عمل ضروری تھا۔ چنانچہ ایک ایسا گروہ مُسلمانوں میں پیدا ہوا جس نے بجائے اِس کے کہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی تعلیم اور قرآن مجید کی طرف متوجہ کرتا اُس نے اسلام کی حقیقت سے آشنا ہوئے بغیر اسلام کو مسلمانوں کی تباہ حالی کا سبب گردان کر مسلمانوں کو اسلام ہی سے برگشتگی و بغاوت اختیار کرنے کی ترغیب دی۔ جن لوگوں نے بلا ترغیب غیرے خود ہی پیٹ بھرنے اور تن ڈھانکنے کے لئے مجبور ہوکر محنت وعمل سے کام لینا اور دُنیا کمانا شروع کیا اپنی جہالت اور قرآن مجید سے بے تعلقی کے سبب اپنے آپ کو اسلام کا باغی سمجھنے لگے۔ حالانکہ اُن کا یہ عمل اور سعی قرآن مجید کے خلاف نہ تھی اگر وہ قرآن مجید سے ہدایت حاصل کرتے تو زیادہ بہتر حالت میں پہنچ جاتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تارک الدُنیا چلہ کش فقیر اور پیر سچے پکے مُسلمان اور نماز روزہ ادا کرنے والے رسمی مُسلمان اور سب سے بڑا گروہ جو نماز روزہ کی بھی قید میں نہ رہا تھا۔ رسمی مُسلمان بن کر رہ گئے۔ قرآن مجید ان میں سے کسی کے بھی پیشِ

نظر نہ تھا اور یہ ساری خرابیاں اور ساری بربادیاں اسی لئے نمودار ہوئیں کہ قرآن شریف کو مسلمانوں نے پس پشت ڈال دیا تھا۔ اور یہ نتائج اعمال جیسا کہ خدائی قانون ہے۔ فوراً ہی نہیں بتدریج اور دیر و تامل کے ساتھ مرتب ہوئے، نوعِ انسان کے پشتینی دشمن نے مسلمانوں کو قرآن مجید سے غافل و ذاہل رکھنے کے لئے اور بھی بہت سے سامانِ الحاد و دہریت کے موجود کر دیئے اور بدنصیبی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔

قرآن وسنت کی طرف رجوع

جس رب تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ذلیل و تباہ حال قوم پر رحم فرما کر مصر سے اُن کی آزادی و رستگاری کے سامان خود مہیا فرمائے اُسی اللہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کی بربادیوں اور تباہ حالیوں پر رحم فرما کر ایسے سامان پیدا کئے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں جا بجا قرآن مجید کی طرف متوجہ ہونے کا خیال لوگوں میں پیدا ہو۔ قرآن مجید کے مفید اور نفع رساں ترجمے اور مفید تفسیریں لکھی جانے لگیں۔ درسِ قرآن کی مجلسیں قائم ہوئیں اور حقائق قرآنیہ سے واقف و آگاہ ہونے اور قرآن مجید میں تدبّر کرنے کی طرف ایک نہایت قلیل تعداد آمادہ ہوگئی۔ قرآن مجید جب ابتداً دُنیا میں نازل ہوا تھا، تو اُس وقت بھی اس کی مخالفت میں شیطان نے اپنے تمام ہتھیار استعمال کئے تھے۔

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ (حم سجدہ ۔ ۲۶)

''اور جو کافر ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور ڈالو''۔ شاید تم غالب آجاؤ''

گمراہی کے شیطانی ہتھکنڈے

اب بھی قرآن مجید کی طرف سے غافل کرنے اور لوگوں کو تعلیماتِ قرآنیہ سے باز رکھنے کے لئے شیطان نئے نئے ہتھیار استعمال کر رہا ہے اور کرے گا لیکن قرآن مجید نے پہلے بھی اپنی طرف متوجہ ہونے والی چھوٹی اور کمزور جماعت کو مضبوط اور بڑی جماعت بنا دیا تھا اور اب بھی یقیناً یہی ہونے والا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ اور لب لباب توحید

الٰہی کا دنیا میں قائم کرنا اور تمام جھوٹے خداؤں کا ملیا میٹ کر دینا ہے اسی کا نام اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اور کامل فرمانبرداری کے دوسرے تمام خواہشمندوں کو مایوس کر دینا ہے اسی میں ہر قسم کی کامرانی و مقصدوری کا راز مضمر ہے اور اسی کے ذریعے نسلِ انسانی اپنی شرافت کے صحیح مقام پر فائز ہو سکتی ہے۔

اس وقت شیطان نے جس زبردست ہتھیار کو استعمال کیا ہے وہ "دام ہمرنگ زمین" ہے جس طرح نفس پرست اور فریب باز واعظوں نے قرآن مجید کو پارہ پارہ کر کے اُسکی حکمتِ مفصل مستور و محجوب بنا کر اور آیاتِ قرآنی کے حوالے دے دے کر سامانِ معیشت اور اسبابِ دُنیوی کی فراہمی سے مسلمانوں کو متنفر کر دیا تھا اور مُسلمانوں کی زبانِ حال یہ کہہ رہی تھی کہ: ؎

حُسن سبزے بخطِ سبز مرا کرد اسیر   دامِ ہمرنگِ زمین بود گرفتار شُدم

یورپ زدہ مادہ پرست لوگ

بالکل اسی طرح یورپ زدہ مادہ پرست دماغوں نے ﴿جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ﴾ ’’قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا‘‘ کے مصداق بن کر اور قرآن مجید کو پارہ پارہ کر کے قرآن مجید کے بتائے اور سمجھائے ہوئے صحیح نصب العین کو آنکھوں سے اوجھل کر کے قرآن مجید ہی کی آیتوں کے انتہائی چالاکی کے ساتھ حوالے دے دے کر اور الفاظِ قرآنی میں اپنی طرف سے الفاظ داخل کر کے اور سب کو کلام الٰہی بتا کر مُسلمانوں کو عقبٰے سے غافل، دُنیا پرست اور یکجہانیہ بنا کر اُن کے اخلاق کو پست سے پست تر اور ذلیل تر بنانا، اور اپنی من گھڑت باتوں کو حکم قرآنی کہہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنا اور اپنی خواہشاتِ ردیّہ کو پورا کرنا چاہا ہے۔

﴿يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾

(البقرہ۔۹)

اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

اسلام کے اصولی عقائد کا انکار

جولوگ یورپ کی مادہ پرستی سے متاثر ہو کر ہستیِ باری تعالیٰ کے بھی منکر اور سلسلہ انبیاء، کتب سماویہ، قیامت، ملائکہ وغیرہ اسلام کے اُصولی عقائد کا تمسخر اُڑاتے مگر مسلمان کہلاتے اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل سمجھے جاتے ہیں وہ سب نہایت سرخرو اور اتباعِ قرآنی کے مُدعی بن کر لبیک گویاں اس طرف دوڑے چلے آتے اور اس دامِ ہم رنگ زمین کو موثر و کامیاب بنا کر قرآن مجید کی حقیقی تعلیم کو برباد کر دینا چاہتے ہیں۔

﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ (الانعام-۱۱۳)
''دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں طمع کی باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔''

ان لوگوں کی سب سے زیادہ جاہلوں کے دلوں کو متاثر کرنے والی بات یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو سُلطانی اور حکمرانی دلا دیں گے لہٰذا آنکھیں بند کر کے ہمارے پیچھے چل پڑو اور جو ہم کہیں وہ کرو اور اپنے آپ کو بکلی ہمارے سپرد کر دو۔ ہم نے قرآن مجید کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اب تمہارے لئے کچھ کہنے سننے اور سوچنے سمجھنے کی کوئی بات نہیں رہی تُم کو ہم سے پُوچھنے اور سمجھنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے بس ہم جو حکم دیں اُس کی تعمیل کرو۔ ایسا کرو گے تو بادشاہت قائم ہو جائے گی اور یہ ہی تمہارا مقصدِ زندگی ہے۔

﴿وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (ال عمران-۷۸)
''اور ان میں کا ایک گروہ ہے جو کتاب کے متعلق جھوٹ بناتے ہیں تا کہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب الٰہی سے نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں (کہ جھوٹ بول رہے ہیں)۔''

دُنیا سے بالکل متنفر کرنے والے پہلے گروہ نے بھی مسلمانوں کو اِسلام سے دُور ڈال دیا تھا اور یہ دُنیا پرست چالاک گروہ بھی مُسلمانوں کو اسلام پر سے دُور و مجبور کرنے تُلا ہوا ہے اُس کے سامنے بھی کوئی حقیقی روشنی نہ تھی اور اس کے سامنے بھی کوئی حقیقی روشنی نہیں۔

﴿يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ﴾ (التوبۃ۔۲)

''وہ اپنے مونہوں سے تم کو راضی کرتے ہیں اور اُن کے دل انکار کرتے ہیں اور اُن میں سے اکثر نافرمان ہیں۔''

حسن بن صباح اور اُس کے امثال نے بھی اسی طرح مسلمانوں کو گمراہی میں ڈالنا چاہا تھا اور بہت سے مُسلمان اسی طرح اِس ارشادِ الٰہی کو بُھول گئے تھے جیسا کہ آج بُھولے ہوئے ہیں۔

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾ (المائدہ۔۷۷)

''اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔''

ایک سوال

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مُسلمانوں کو سلطنت حاصِل کرنے اور فرمانروا بننے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے؟ قرآن مجید اِس کے جواب میں فرماتا ہے کہ سلطنت حاصِل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہئے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتا ہے کہ انسان کی لئے سب سے زیادہ قیمتی چیز رضائے الٰہی کا حاصِل کرنا ہے اور رضائے الٰہی فرمانبرداریٔ الٰہی سے حاصِل ہو سکتی ہے اگر بادشاہت حاصل کر کے زمین پر اکڑ کر اور سینہ نکال کر چلنا۔ اچھے اچھے گھوڑوں اور سواریوں پر سوار ہونا۔ مال و دولت اور چاندی سونے کے ڈھیروں کا مالک ہونا۔ خوبصورت عورتوں پر متصرف ہونا اور عقبٰی کی فکر سے غافل ہو جانا مقصود ہے تو یہ بادشاہت ایک لعنت اور انسان کے لئے خسران وزیاں ہے اور اگر اس بادشاہت کے ذریعے قیامِ حق، فرمانبرداریٔ الٰہی اور مخلوقِ اللہ کی خدمت گزاری اور عدل و امن کا قائم کرنا مقصود ہو تو یہ ایک انعام الٰہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے۔

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ

وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ﴾ (ال عمران۔ ۱۴،۱۵)

''لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت مثلاً عورتوں اور بیٹوں اور ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی اور پلے ہوئے گھوڑوں اور مویشی اور کھیتی کی محبت اچھی معلوم ہوتی ہے، حالانکہ یہ اس دُنیوی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے پاس لوٹ کر جانے کی اچھی جگہ ہے ان لوگوں سے کہہ دو کہ کیا میں تم کو دُنیوی زندگی کے ان سامانوں سے بہتر فوائد نہ بتاؤں تقویٰ شعار لوگوں کے لئے اُن کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اُن میں رہنے والے ہیں اور ان کے پاک ساتھی ہوں گے اور اُن کو اللہ کی رضا مندی حاصل ہو گی اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔''

مومن کا نصب العین

مومن کا اصل نصب العین دنیوی بادشاہت نہیں ہوسکتی۔ مومن کا نصب العین اس سے بہت زیادہ بلند ہے جس شخص نے رضائے الٰہی اور اُخروی کامرانی کو فراموش کر کے صرف دنیوی بادشاہت ہی اپنا مقصود اصلی اور نصب العین قرار دے لیا اُس سے زیادہ بدبخت اور نامراد کون ہوسکتا ہے دُنیوی بادشاہت کا تعلق مشیت الٰہی سے ہے:۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (ال عمران۔ ۲۶)

''کہو کہ اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

فرعون کی منطق

اگر دُنیوی بادشاہت ہی مومن کا نصب العین ہوتا اور بادشاہت کا حصول ہی تکمیلِ ایمان کی شرط ہوتی تو نمرود وفرعون کو دُنیوی پادشاہت کیسے مل سکتی تھی۔ جن یورپ زدہ احمقوں نے یورپی فرمانروا قوموں کو جنّتی اور اللہ تعالیٰ کی پیاری قوم ثابت کرنا چاہا ہے وہ شاید فرعونی منطق سے کام لے کر نعوذ باللہ فرعون کو بھی اللہ کا پیارا اور برگزیدہ یقین کرتے ہوں تو تعجب نہیں جیسا کہ فرعون کی نسبت قرآن مجید میں ہے کہ :-

﴿وَنَادىٰ فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يَا قَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهَارُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مُهِيْنٌ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ فَلَوْلَا اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فَاسِقِيْنَ﴾ (الزخرف۔٥١،٥٤)

"اور فرعون نے اپنی قوم میں اعلان کیا کہ اے میری قوم کیا میں مصر کا بادشاہ نہیں ہوں اور کیا میں ان نہروں کا مالک نہیں ہوں جو میرے نیچے بہتی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں۔ میں تو اس سے (موسیٰ سے) بہتر ہوں جو کمزور ہے اور کھول کر بیان نہیں کرسکتا (اگر یہ اللہ کا پیارا اور اُس کا فرستادہ تھا تو) اس پر سونے کے کڑے کیوں نہ اتارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے قطار در قطار کیوں نہ آئے (فرعون نے) اپنی قوم کو خفیف کیا اُنھوں نے اُس کی اطاعت کی اس لئے کہ وہ نافرمان لوگ تھے۔"

مؤمنوں کی بادشاہت کا مقصد

قرآن مجید انسان کو وہ بہترین طرزِ زندگی اور بہترین اخلاق سکھاتا اور اُس کی تہذیبِ نفس کو اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچانا چاہتا ہے کہ اُس کی نظر میں دُنیوی بادشاہت کوئی ایسی چیز نہیں رہتی جس پر وہ قانع ہو کر اپنی ترقیات کی انتہا سمجھ لے، مومن اگر بادشاہ بننا چاہتا ہے تو صرف اِس لئے کہ ظالموں کے ہاتھوں کو کوتاہ کر دے، تبلیغِ حق کے راستے کی رُکاوٹوں کو دُور

کر کے حق و صداقت سے ہر شخص کو آشنا ہونے کا موقع بہم پہنچائے اور اللہ کی محبت میں اللہ کی مخلوق کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرے۔ مومن اِس لئے بادشاہت کا خواہاں ہوسکتا ہے کہ خود بادشاہ بن کر اپنے نمونہ سے لوگوں کو یقین دلائے کہ کوئی انسان کسی انسان کا مطیع نہیں ہے، بلکہ سب اللہ ہی کے مطیع ہیں۔ نیز اس بات کا بھی یقین دلائے کہ دین و مذہب کے اختیار کرنے میں کوئی کسی پر زبردستی نہیں کر سکتا مگر جس بات کو جو شخص حق سمجھتا ہے وہ اُسے دوسروں کے سامنے صرف پیش کر سکتا ہے ماننا نہ ماننا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔ وہ سب کے ساتھ یکساں انصاف و عدل کا برتاؤ کرتا ہے چاہے اُس کا ہم مذہب ہو یا دوسرے مذہب کا متبع ہو، وہ نسلِ انسانی کی معاشرت کو پُر امن اور خوشگوار بنادینے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اُن ظالم لوگوں کو جو ظلم و عدوان اور فساد مچاتے اور امن وامان کو برباد کرنے پر تُل جاتے ہیں طاقت کے ساتھ زیر کرنے پر ہمہ اوقات مستعد رہتا ہے اور اس کام میں بُزدلی اور سُستی نہیں دکھاتا۔ مومن کو بادشاہت حاصل ہونے کے بعد نہ دوسروں سے زیادہ کھانے، نہ دوسروں سے اچھا پہننے کا حق حاصل ہوتا ہے اور نہ وہ دوسروں سے زیادہ کسی قسم کی راحت حاصل کرنے کا حقدار بن جاتا ہے اُس کو بادشاہت حاصل ہونے کے بعد اپنے کپڑوں میں خود اپنے ہاتھ سے پیوند لگانے کی ضرورت بھی پیش آجاتی ہے اور اُس کو اور اُس کے بچوں کو فاقہ کی مصیبت بھی اُٹھانی اور بُھوکے رہ کر رات بسر کرنی پڑجاتی ہے، وہ قوم کے خزانے کا امین ہوتا ہے اور اُس کو خود بعض اوقات نصف دینار لوگوں سے قرض مانگنا پڑجاتا ہے۔

ایسی بادشاہت اور ایسی امارت کی خواہش مومن کو محض اس لئے ہی ہوسکتی ہے کہ وہ دنیا میں حق قائم کرے اور لوگوں کو اللہ کا فرمانبردار بنانے کا موقع پا کر اللہ کو رضامند کرسکے۔ وہ حصولِ بادشاہت سے پہلے بھی اپنی تمام تر توجہ اللہ کو رضامند کرنے کے لئے صرف کرتا تھا اور بادشاہ بننے کے بعد بھی تمام تر توجہ اِسی میں صرف کرتا ہے۔ وہ کسی وقت بُھول کر بھی محض بادشاہت کو اپنا نصب العین نہیں بنا سکتا۔ وہ بادشاہت کے حصُول کی کوشش محض اس لئے کرتا ہے کہ حکومتِ الٰہی قائم ہو اس لئے نہیں کہ میری حکومت قائم ہو، لہٰذا اُس کی کوششوں میں کسی وقت بھی کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاسکتی جو احکامِ الٰہی اور ہدایتِ الٰہی کی نافرمانی پر مشتمل ہو۔ جو شخص صرف بادشاہت کو نصب العین بنا چکا ہو اور اپنی بادشاہت قائم کرنا چاہتا ہے وہ حصول

بادشاہت کے لئے جھوٹ دھوکا۔ فریب، بدعہدی، بددیانتی، وعدہ خلافی وغیرہ تمام شیطانی ہتھیار استعمال کر سکتا ہے لیکن مومن کے پاس چونکہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت و حکمت و روشنی موجود ہوتی ہے وہ اسی کے ذریعے اپنا سفر طے کرتا ہے اور اِدھر اُدھر نہیں بھٹکتا۔

بادشاہت کے عطا کرنے میں حکمت الٰہی

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی جو فرمانبرداروں اور نافرمانوں یا نیکوں اور بدوں دونوں کو بادشاہت وحکومت عطا کر دیتی ہے آیا اُس کی یہ عطا و بخشش سلسلۂ اسباب وعلل اور اُس کے مقرر فرمودہ قانون مجازات کے ماتحت ہے یا اُس کی مشیت اپنے مقرر فرمودہ قانون کو خود توڑتی بھی رہتی ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ وہ قانون ساز حقیقی اپنے قانون ہی کے موافق سب کچھ کرتا ہے: ''وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا'' لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہماری ناقص و ناتمام عقل سُنّت اللہ کا احاطہ کر سکے۔ اُس نے سانپ اور بچھو بھی حکمت اور مصلحت ہی سے پیدا کیے ہیں اور اُن کے ذریعہ بھی وہ اپنے قانون مجازات و مکافات ہی کی تکمیل فرما رہا ہے اگر ہماری سمجھ میں یہ بات نہ آئے کہ سانپ کو انسان ہلاک کر دینے اور بچھو کو انسان کے رُلا دینے کی طاقت کیوں عطا ہوئی تو یہ ہماری ہی فہم کا قصور ہے اللہ تعالیٰ پر اِس کا کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔

بنی اسرائیل کی سرکشی کی سزا

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو شرارتوں کی سزا ہی کے لئے بخت نصر اور رومیوں کو طاقت وقوت عطا فرمائی اور اُنھوں نے بنی اسرائیل کی خوب ہی خبر لی اور اُن کو اچھی طرح سزا دی اُس کا قرآن مجید نے ذکر فرمایا۔ لیکن بخت نصر اور رومیوں کو یہ طاقت وشوکت کیوں عطا ہوئی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

﴿وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ

شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ الخ﴾ (بنی اسرائیل۔۴،۵)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو تورات میں اپنا فیصلہ سنا دیا تھا کہ تم لوگ سرزمین میں دوبارہ فساد برپا کرو گے اور سرکشی میں بہت دور چلے جاؤ گے، پس جب دونوں میں سے پہلے وعدے کے آتے ہی ہم نے تمہارے مقابلے پر اپنے بندے بھیج دیئے جو بڑے ہی لڑاکے تھے، وہ تمہارے گھروں کے اندر تک پھیل گئے''

ارض مقدس کی حکومت بنی اسرائیل کو مل چکی تھی۔ لیکن اُنھوں نے انتہائی بُزدلی و نامردی اور اپنے نبی کے سامنے شوخ چشمی کا اظہار کیا اِس خطا کی سزا میں چالیس سال کی سرگردانی و پریشانی کی سزا ملی۔

لیکن یہ نہیں بتایا کہ عمالقہ کو کیوں چالیس سال تک فرمانروائی کا موقع دیا گیا۔ بغداد کی بربادی اور بغدادیوں کے مقتول ہونے کے اسباب ہم کو مورخین نے اپنی اپنی تحقیق و سمجھ کی موافق بتائے ہیں۔ لیکن ہلاکو خان کو یہ شوکت وقوت کس حُسنِ عمل کے نتیجے میں ملی تھی۔ کسی نے نہیں بیان کیا۔ جو شخص اس دُنیا اور اِس دُنیوی شوکت و سلطنت ہی کو ماحصلِ زندگی قرار دے چکا ہو اور جس کا دارِ آخرت پر ایمان نہ ہو وہ یقیناً اپنے نصب العین کی پستی کے سبب اسی عقدہ کشائی میں اُلجھ کر رہ جائے گا اور بالآخر اُس کو یہی اعلان کرنا پڑے گا کہ بخت نصر، رومی گورنر۔ عمالقہ۔ ہلاکو خان اپنی چیرہ دستیوں کی دلیل پر خدا رسیدہ و برگزیدہ تھے اور موجودہ زمانہ میں ہٹلر و مسولینی اپنی حاصل شدہ طاقت و شوکت کے سب جنتی لوگ ہیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کی لئے جو کامل و مکمل ہدایت نامہ بھیجا ہے اس کے ماتحت جو بادشاہت یعنی، ہی حکومت قائم ہوگی وہی نوع انسان کے درد کا علاج ہوسکتی اور وہی نوع انسان کی لئے قیمتی چیز ہوسکتی ہے اور اُس کی حالت و نوعیت وہ ہے جو اسی فصل میں اوپر بیان ہو چکی ہے اور جس کا نمونہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کی خلافت و امارت تھی۔ لیکن یہ بادشاہت و حکومت جس کا تصور عام دماغوں میں ہے یہ تو کوئی قابل فخر اور قیمتی چیز نہیں ہے بلکہ انسانیت کے چہرہ پر سیاہ دھبہ ہے جس حکومت میں ایک یا چند انسانوں کو خدائی اختیار مل جائیں اور انسانوں کے لئے انسان ہی مختار ناطق

بن جائے اُس کو شیطانی حکومت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے اور مومن اس کے قیام کے لئے کہاں سَاعی ہو سکتا ہے۔

الٰہی حکومت کس طرح قائم ہو سکتی ہے؟

الٰہی حکومت کے قائم کرنے کے لئے کسی نئے پروگرام اور لائحہ عمل کے بنانے اور انسانی دماغ کی اُپج سے کام لینے کی مطلق ضرورت نہیں ہدایت نامہ الٰہی یعنی قرآن مجید پر عمل کرنے اور قرآن مجید کی روشنی میں قدم اُٹھانے اور سفر شروع کر دینے سے تھوڑی ہی دُور چل کر حکومت و سلطنت کی منزل آ جاتی ہے۔ صاف راستہ موجود ہے، روشنی موجود ہے اُٹھنے اور کمر باندھ کر چل دینے کی دیر ہے۔ لیکن لوگوں کو اپنی آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹیاں کھولنے اور اپنی گردنوں میں پڑے ہوئے پھندوں کے نکالنے اور اُٹھ کر آمادہ بہ سفر ہونے کا ہوش ہی کہاں ہے کنوؤں سے نکل کر دلدلوں میں، کھتیوں سے نکل کر خندقوں میں گر رہے ہیں اور اندھوں کی لاٹھیاں ہر طرف گھوم رہی ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی المنکر کا فریضہ

قرآن مجید کی اتباع اور اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے صرف یہی معنی نہیں ہیں کہ انسان شخصی طور پر اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض بجالائے مثلاً عقائد و عبادات و اخلاق میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لے اور سمجھ لے کہ میں سچا پکا مُسلمان بن چکا۔ بلکہ قرآن مجید بار بار تاکید فرماتا اور کھول کھول کر سمجھاتا ہے کہ اس حق و ہدایت پر عمل کرنا اور دوسروں کو اِس حق و ہدایت سے باخبر کرنا دونوں کام یکساں طور پر فرض اور ضروری ہیں۔ اور مومن یہ ہی نہیں کہ خود نیک بنتا ہے بلکہ وہ دوسروں کو بھی نیک بنانے میں مصروف رہتا ہے، وہ قرآن مجید کو خود بھی پڑھتا ہے اور اُس میں تدبّر کرتا ہے اور اسی طرح دوسروں کو بھی اس نعمت سے متمتع ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط﴾ (آل عمران۔ ۱۱۰)

"مسلمانو! تم تمام امتوں میں بہتر امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے ظہور میں آئی ہے تم نیکی کا حکم دینے والے بُرائی سے روکنے والے اور اللہ پر سچا ایمان رکھنے والے ہو۔"

مُسلمانوں کو نہ طاقتور اُمت کہا نہ دولت مند اُمّت کہا بلکہ بہتر اور بھلی اُمّت کہا اِس لئے کہ مُسلمان کا کام دُنیا میں نیکیوں کی تعلیم دینا اور بدیوں سے روکنا ہے پھر یہ کہ صرف اپنی ہی قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام اقوام کی بھلائی چاہنے کی لئے پیدا کی گئی ہے۔

اسلام دین فطرت

یہ معلوم اور ثابت شدہ ہے کہ نیکی اور بدی کا تعین اور ان کا صحیح امتیاز قرآن مجید سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا۔ قرآنی تعلیم عین فطرتِ انسانی کے موافق و متوازی ہے، قرآن جس کو گناہ اور جُرم قرار دیتا ہے دُنیا میں کوئی شخص اُس کو خوبی ثابت نہیں کرسکتا قرآن مجید جس کو نیکی قرار دیتا ہے دنیا میں کوئی شخص اس کو بُرائی ثابت نہیں کرسکتا۔ پس جس کے پاس ایسا اچھا اور سچا ہدایت نامہ ہو وہ اُس کو کسی کے سامنے لے جا کر ہرگز شرمندہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید اور تعلیمات قرآنی عین فطرتِ انسانی کی ترجمانی ہے۔ انسان کو اُس کی فطرت پر واپس لانا اور اُس کی فطرت کے دبے اور چُھپے ہوئے تقاضوں کو اُبھارنا اور اُس کے فراموش کردہ سبق کو یاد دلانا اس قدر دشوار کام نہیں ہے جس قدر اُس کی فطرت کے خلاف پر اُس کو آمادہ کرنا اور غیر فطری کاموں کا اُس کو عادی بنا دینا مشکل کام ہے، جس مشکل کام کو شیطانی ترغیب سے غیر مُسلم اور غیر مومن انجام دے سکتے ہیں۔ اُس سے کم مشکل کام کو رحمانی ترغیب کا اثر قبول کرکے مومن و مسلم کیوں انجام نہیں دے سکتے۔

احکام الٰہی پر عمل کرنے والی جماعت کی تشکیل

پس جب کہ قرآن مجید پر عمل کرنے یعنی اکیلے اللہ ہی کی فرمانبرداری کرنے والی چھوٹی سی جماعت پیدا ہو جائے گی تو وہ لازماً ترقی کرے گی اور اُس کی رفتار غیر معمولی ہو گی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے ربع مسکون کا احاطہ کرلے گی جیسا کہ دُنیا دیکھ چکی ہے کہ اسلام کس سُرعت کے ساتھ دُنیا پر چھا گیا تھا۔ ہدایت نامہ غیر متغیر اور محفوظ ہے، اُس میں ترمیم و تنسیخ کا کوئی

امکان نہیں اور اسی کی اطاعت ہر کہہ ومہ پر فرض ہے، لہٰذا اس کے ماننے والوں اور اُس کے احکام کی تعمیل کرنے والوں کا متحد و متفق رہنا لازمی ہے اِس لئے کہ ایسی جماعت میں گروہ بندی اور جتھے بازی کا کوئی امکان ہی نہیں، قرآن مجید خود اپنے اندر ایسی زبردست طاقت رکھتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی اعانت و وکالت کا محتاج نہیں وہ ایسا حق ہے کہ جو اُس سے ٹکراتا ہے اُس کو چور چور کر دیتا ہے اور جو اُس سے تعلق پیدا کرتا ہے اُس کو مضبوط اور پائیدار بنا دیتا ہے اور اس کے اندر منتشر اجزا کو ملا کر ایک بنا دینے اور پراگندگی کو دُور کر کے مضبوط جماعت تیار کر دینے کی خاصیت ہے۔ اُس میں کالے گورے، امیر غریب۔ ضعیف وقوی۔ مشرقی ومغربی اور ایرانی و ہندوستانی کے لئے کوئی امتیازی سلوک جائز نہیں۔ حقوق سب کے محفوظ، جانیں سب کی محفوظ، مال سب کے محفوظ، عزتیں سب کی محفوظ، پھر جتھے بندی ہو تو کیوں ہو۔ اسلام اور اُس کا قانون کسی مالایطاق عمل کی تکلیف نہیں دیتا، کسی نا قابلِ فہم اور خلافِ فطرتِ انسانی عقیدے کو تسلیم کرنے کی فرمائش نہیں کرتا۔ ساری دُنیا اور تمام کائنات کا ایک ہی خالق و مالک ماننا اور اُسی واحدہٗ لاشریک کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اور اسی طرح نوعِ انسانی میں وحدتِ اور الٰہی سلطنت قائم ہو سکتی اور نسلِ انسانی امن وامان کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکتی ہے۔

مسلمانوں کی فرقہ بندیاں

بخلاف اسکے شیطان الگ الگ بہت سے خداؤں کے ماننے کی ترغیب دیتا اور انسان کو بہت سے باطل خداؤں کا پرستار بنانا چاہتا ہے، چنانچہ اُسنے بہت سے گروہ اور بہت سے جتھے قائم کر دیئے، سب کے قوانین الگ الگ، سب کے عقائد جُدا جُدا، سب کے اعمال علیحدہ علیحدہ، سب نے جُدا جُدا پیشوا بنا رکھے ہیں اور ہر ایک پیشوا اپنے جتھے کو لئے ہوئے پھر رہا اور دوسروں کو اپنا دشمن سمجھ رہا ہے، اِسی لئے دُنیا میں فساد و ہنگامہ برپا ہے، مُسلمان کہلانے والوں نے قرآن مجید کو پسِ پشت ڈال دیا۔ قرآن کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی اور انسانی دماغ کے مجوزہ قوانین کے زیرِ عمل آتے ہی مسلمانوں میں تشتت و افتراق اور وہن و کمزوری نے راہ پائی اور شیطان کی من مانی مُراد بر آئی۔ اِس سے بڑھ کر مُسلمانوں کی اور کیا بدنصیبی ہو سکتی ہے کہ وہ الٰہی و آسمانی ہدایت کو چھوڑ کر انسانی اور زمینی تدبیروں کے پیچھے اپنے اوقات خراب کر رہے ہے اور بجائے اِس کے کہ سچے اللہ اور پروردگار برحق سے تعلق پیدا کرتے جھوٹے

اور زمینی خداؤں کی طرف جُھک گئے اور اُن ہی کے پیچھے پڑے پھر رہے ہیں۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

(الاعراف۔ ۱۷۵۔۱۷۶)

''نسلِ انسانی امن کی خواہاں اور فطرتِ انسانی فساد و عناد سے انکار کرتی ہے۔ ایسی حالت میں اُس کے درد کی سب سے بہتر دوا قرآن مجید ہی پیش کر سکتا ہے، لہٰذا آجکل کے مُسلمانوں کے لئے سوچنے اور غور کرنے کا موقع ہے کہ اُنھوں نے قرآن مجید کی تعلیم و دعوت کو خود سمجھا اور اُس پر عمل کیا اور دوسروں کو سمجھایا یا نہیں۔ یقیناً اِس کا جواب نفی میں ہے۔''

قرآن مجید کی زبان کا سیکھنا انگریزی زبان کے سیکھنے سے زیادہ مشکل نہیں قرآن مجید کا سمجھنا بی اے۔ اور ایم اے کے کورسوں میں امتحان پاس کرنے سے زیادہ دُشوار نہیں۔ ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ﴾ قرآن مجید کی صاف اور بے اغلاق تعلیم کا ذہن نشین کرنا فلسفہ و منطق وفقہ کی موشگافیوں سے زیادہ محنت طلب اور دماغ سُوز نہیں۔ جب کہ قرآن مجید کی طرف سے مُسلمانوں کی غفلت و بے پروائی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور اُن کے عربی و اسلامی مدارس تک تعلیمِ قرآنی سے خالی ہیں تو ایسی غافل از قرآن بلکہ دُشمنِ قرآن قوم اگرچہ وہ مُسلمان ہی کہلاتی ہو اِس قابل کہاں ہے کہ بادشاہت کے خواب دیکھے اور الٰہی حکومت قائم کر سکے۔

الٰہی حکومت کے وارثین

الٰہی حکومت کے وارث وہی لوگ ہوا کرتے ہیں جو اللہ و رسول ﷺ کے کامل متبع ہوں، الٰہی حکومت ہمیشہ اُن لوگوں کو ملا کرتی ہے جن میں صلاحیت یعنی فرمانبرداریِ الٰہی اور صبر و استقامت کی طاقت موجود ہو، انفاق فی سبیل اللہ اور ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کا حوصلہ رکھتے

ہوں اور رضائے الٰہی کے سوا اپنے لئے کچھ نہ چاہتے ہوں۔ جو لوگ الٰہی سلطنت کے وارث ہوتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ خلافت عطا فرماتا ہے اُن کی صفات قرآن مجید نے بیان فرمادی ہیں۔ ان صفات کا پیدا کرنا مُسلمانوں کا کام اور سلطنت وحکومت کا عطا فرمانا اللہ کا کام ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ وہ صفات پیدا کر لی جائیں سلطنت ضرور بالضرور مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اُس کے ملنے کا سامان خود پیدا کردیگا :-

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (الروم - ٤٧)

''اور صاحب ایمان لوگوں کی مدد کرنا ہمیشہ ہم پر لازم ہے۔''

ان صفات کے پیدا کیئے بغیر حکومت وسلطنت کو اپنی چالاکیوں اور فریبوں سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا سراسر بیہودگی وحماقت ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی رائے

جناب مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک جگہ مسئلہ زکوٰۃ پر بحث کرتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے کہ :-

"اسلام نے اجتماعی زندگی کا ایک پورا نقشہ بنایا تھا جہاں اُس کے چند خانے بگڑے سمجھ لو پورا نقشہ بگڑ گیا چنانچہ اس ایک نظام کے فقدان نے مسلمانوں کی پوری اجتماعی زندگی مختل کر دی ہے۔ لوگ اصلاح کے لئے طرح طرح کے ہنگامے برپا کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں انجمنوں اور قومی چندوں کے ذریعے وقت کی مشکلوں اور مصیبتوں کا علاج ڈھونڈ نکالیں گے حالانکہ مسلمانوں کے لئے اصلی سوال یہ نہیں ہے کہ کوئی نیا طریقہ ڈھونڈ نکالیں، سوال یہ ہے کہ اپنے گُم گشتہ طریقہ کا کھوج لگائیں۔"

درازیٔ شب و بیداریٔ من ایں ہمہ نیست　　　　زبخت من خبر آرید تا کجا خفتست

مُسلمانوں نے کوئی خاص اسلامی عمل ہی ترک نہیں کردیا ہے بلکہ ان کی پُوری زندگی غیر اسلامی ہوگئی ہے۔ ان کی فکری حالت غیر اسلامی ہے اُن کی عملی رفتار غیر اسلامی ہے اُن کا دینی زاویۂ نگاہ غیر اسلامی ہوگیا ہے وہ اگر اسلامی احکام پر عمل بھی کرنا چاہتے ہیں تو غیر اسلامی طریقہ سے اور یہ دینی

تنزل کی انتہا ہے" فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۔

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سے مماثلت

جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو مثیل موسیٰ فرمایا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنی اُمت کو اُمت موسوی (بنی اسرائیل) سے مشابہ قرار دیا ہے۔ بنی اسرائیل پر جو جو کچھ گزر چکا ہے وہ سب کچھ مسلمانوں کو بھی پیش آنا تھا لہٰذا قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی غلامی وتباہی کو دُور کرنے اور اُن کو فرمانروا بنانے کی جو تدبیر بیان کی گئی ہے وہی تدابیر مُسلمان بھی آج استعمال کر کے ہندوستان میں اپنی موجودہ غلامی وتباہ حالی کو دُور کر سکتے، اور سلطنتِ الٰہی کے وارث بن سکتے ہیں۔ وہ تدبیر کیا ہے قرآن مجید فرماتا ہے۔

﴿قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَاجِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾

(الاعراف۔ ۱۲۸۔۱۲۹)

"موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور ثابت قدمی سے کام لو بلاشبہ زمین کی بادشاہت صرف اللہ ہی کے لئے ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور انجام اُنہیں کا بہتر ہوتا ہے جو تقویٰ شعار ہوتے ہیں، انہوں نے کہا کہ تیرے آنے سے پہلے بھی ہم کو دُکھ دیا گیا اور اب تیرے آنے کے بعد بھی ہم ستائے جا رہے ہیں موسیٰ نے کہا کہ قریب ہے تمہارا رب تمہارے دُشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں بادشاہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے اعمال بجالاتے ہو۔"

صبر واستقامت

پس معلوم ہوا کہ استعانت باللہ یعنی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہ کرنا اور ثابت قدمی سے کام لینا۔ یعنی حق پر قائم رہ کر مشکلات کے

مقابلے میں ہمت نہ ہارنا اور تقویٰ شعاری یعنی بُرائیوں سے بچنا اور بھلائیوں کو ترک نہ کرنا خلافت فی الارض کے حصول کی اصولی تدابیر ہیں آج بھی انہی تدابیر پر عامل ہوکر مسلمان غلامی سے رستگاری حاصل کر سکتے اور سلطنت کی وراثت کے حقدار اپنے آپ کو بنا سکتے ہیں۔ اسی اُصول کو سورۃ العصر کے ان الفاظ میں بیان فرمایا:۔

﴿وَتَوَاصو بالحق و تواصوا بالصبر﴾

''آپس میں حق بات کی نصیحت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی''

یعنی خسران اور نقصان وزیان سے محفوظ رہنے والوں کی علامت یہ ہے کہ وہ حق یعنی کتاب الٰہی کے نہ صرف خود ہی پُورے پُورے متبع ہوتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی اتباع کی ترغیب وتبلیغ کرتے رہتے اور اِس اطاعتِ الٰہی کی وجہ سے جو مشکلات لازماً پیش آتی ہیں اُن کے مقابلے میں صبر واستقامت سے کام لیتے اور اپنے ساتھیوں کو بھی ثابت قدمی کی ترغیب وتاکید کرتے رہتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ایک جماعت بن کر رہتے اور اپنی جماعت کے افراد کی طرف سے غافل نہیں رہتے بلکہ ایک دوسرے کو مدد پہنچاتے اور ہمت بندھاتے رہتے ہیں پھر فرمایا :-

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (بقرہ۔ ٤٥)

''اور صبر اور نماز کے ذریعہ مدد طلب کرتے رہو۔''

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران۔ ١٣٩)

'' اور نہ سُست بنو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو۔''

﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ﴾ (آل عمران ١٨٦)

'' اگر تم صبر سے کام لو اور تقویٰ اختیار کرو تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران۔ ٢٠٠)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو صبر کرو اور مقابلہ میں بڑھ کر صبر دکھاؤ اور محافظت کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم کامیاب ہو"۔

اللہ کی جماعت کے اوصاف

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی جماعت کے کچھ اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں، مثلاً

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ﴾ (المائدہ۔ ۵۶)

"اور جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کو اور اُن کو جو ایمان لائے دوست بناتا ہے تو یقیناً اللہ کی جماعت ہی غالب ہے۔"

﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ ☆ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِيْنَ ☆ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ☆ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ☆ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَاءٍ وَاِنْ اَدْرِيْ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ﴾ (الانبیاء۔۱۰۵۔۱۰۹)

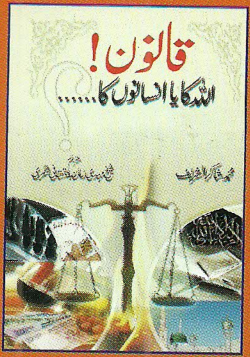
"اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے یقیناً اس میں عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے پیغام ہے اور ہم نے تجھے تمام اقوام کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے، کہو میری طرف یہی وحی کی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، پس تم اللہ کے فرمانبردار بنتے ہو، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو کہ میں نے تمہیں انصاف کی بات کہہ کر خبردار کر دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا دُور ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔"

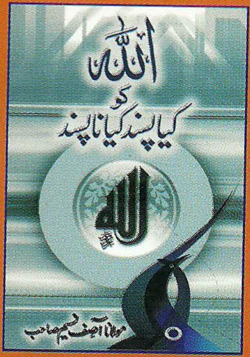
صلح کے معنی سنورنا اور سنوارنا ہیں۔ صالح وہ شخص جو اپنے آپ کو نیک بنالے اور دوسروں کے بھی نیک بنانے کی قابلیت پیدا کرلے۔ اس کے مقابلے میں مفسد وہ جو خود بھی بگڑ جائے اور دوسروں کو بھی بگاڑے، معلوم ہوا کہ خدائی قانون یہ ہے کہ حکومت الٰہی کے وارث وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا اعتقاد و عمل صحیح اور برحق ہوتا ہے وہ لوگ وارثِ حکومتِ الٰہی نہیں ہوسکتے جو اعتقاد و عمل

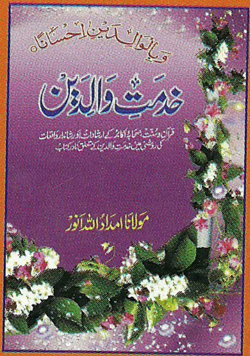
میں بر سرِ حق نہ ہوں اور احکامِ الٰہیہ کے متبع نہ ہوں۔

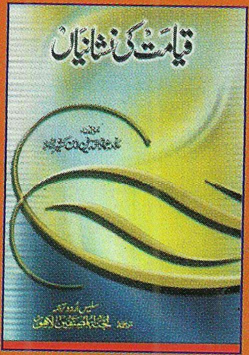
اب بڑی آسانی سے ہر شخص سوچ سمجھ سکتا ہے کہ مُسلمانوں سے حکومت و سلطنت کیوں چھن گئی اور مسلمانوں کو کس طرح حکومت و سلطنت مل سکتی ہے اور مسلمانوں کو حکومت و سلطنت کے حاصل کرنے کے لئے اب کیا کرنا چاہیئے۔

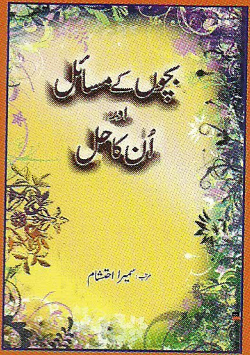
وَالسَّلام

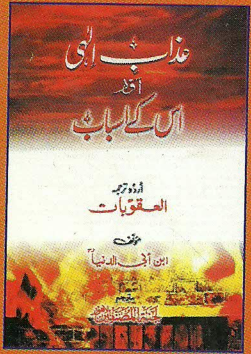












اریب
پبلیکشنز

Rs. 60/-

Areeb Publications
1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2
Email : info@adambooks.in, apd1542@gmail.com